اسلام نظامِ زکوٰۃ

یعنی

زکوٰۃ کی شرعی اہمیت

قاری شریف احمد صاحب مدظلہ

مکتبہ شریفیہ پاکستان چوک کراچی

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۭ (آل عمران)

اسلام کا نظامِ زکوٰۃ

یعنی

زکوٰۃ کی شرعی اہمیت

حصہ اوّل

مُرتّبہ

جناب قاری شریف احمد صاحب خطیب جامع مسجد سٹی سٹیشن کراچی

جس میں

قرآن وحدیث، صحابۂ کرام رضؓ اور بزرگانِ دین کے واقعات سے
زکوٰۃ وصدقات کے فضائل دلنشین انداز میں بیان کئے گئے ہیں

ناشر

مکتبہ رشیدیہ عائشہ منزل اردو بازار کراچی

اشاعتِ اوّل

تعدادِ اشاعت

ایک ہزار

کتابت

سیّد دلشاد حسین کاظمی

صفحات

۲۰۰

مقامِ طباعت

مطبوعہ المخزن پرنٹرز

مقامِ اشاعت

مکتبہ رشیدیہ عائشہ منزل / اردو بازار کراچی

قیمت

انتساب

عام طور پر مصنفین کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنی تصنیف و تالیف اپنے کسی محسن کی طرف منسوب کرتے ہیں، اسی قاعدہ کے مطابق میں بھی اپنی اس ناچیز اور حقیر سی خدمتِ دین کو اپنے اساتذۂ حدیث و تفسیر رئیس المتکلمین حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

تلمیذ

شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب رحمہ اللہ اسیرِ مالٹا

اور

حضرت مولانا حافظ عبد الرحمٰن صاحب امروہوی رحمہ اللہ

تلمیذ

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمہ اللہ

اور

حضرت مولانا سراج احمد صاحب رشیدی عرف بابا رحمہ اللہ

تلمیذ

قطبِ عالم حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہ اللہ

اور

حضرت مولانا سیّد بدرِ عالم صاحب مہاجر مدنی رحمہ اللہ

تلمیذ

حضرت مولانا سیّد محمد انور شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ

کی طرف منسوب کرتا ہوں، جن کے سامنے زانوئے ادب طے کرنے سے یہ ناچیز خدمتِ دین کرنے کے قابل ہوا،

احقر (قاری) شریف احمد کان اللہ لہ ولوالدیہ

ربیع الاوّل سنہ ۱۳۹۴ھ، اپریل سنہ ۱۹۷۴ء،

تصدیق صحت مسائل کتاب ھذا

حضرت مولانا مفتی محمد اکمل صاحب مدظلہ مرتب فتاویٰ دارالعلوم دیوبند

حال مفتی دارالافتاء مدرسہ اشرفیہ جامع مسجد جیکب لائن کراچی؛

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، الحمد للہ وکفی وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

اما بعد؛ میرے محترم کرم فرما مولانا قاری شریف احمد صاحب نے متعدد دینی کتابیں تالیف فرمائی ہیں، اور سب ہی الحمد للہ مقبول ہوئی ہیں جن سے بہت لوگ مستفید ہوئے ہیں، اسی طرح کی ایک کتاب حضرت موصوف نے "اسلام کا نظامِ زکوٰۃ" بھی تصنیف فرمائی ہے، میں نے اس کتاب کو از اوّل تا آخر حرف بحرف پڑھا ہے، اس کتاب کے دو حصے ہیں، پہلا حصہ قرآنی آیاتِ کریمہ احادیث شریفہ، اور بزرگانِ دین کے ایسے واقعات پر مشتمل ہے جس سے مسلمانوں کو صدقات و خیرات اور زکوٰۃ وغیرہ ادا کرنے پر راغب کرنے کی مؤثر کوشش کیگئی ہے، اور دوسرے حصہ میں دلنشین انداز سے مختلف عنوانات کے تحت مسائل بیان فرمائے ہیں انداز بیان بالکل سادہ اور عام فہم ہے، جو ہر شخص کیلئے قابلِ استفادہ ہے،

مجھے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ سے قوی امید ہے کہ وہ حضرت قاری صاحب کی اس کتاب سے بھی لوگوں کو بیش از بیش فائدہ پہنچائیں گے جس طرح موصوف کی دوسری تصانیف سے پہنچایا ہے،

(حضرت مولانا) سید محمد اکمل غفرلہٗ
مفتی دارالافتاء جیکب لائن کراچی
۲۶ رجب المرجب سنہ ۱۳۹۴ھ، ۱۶ اگست سنہ ۷۴ء جمعۃ المبارک

رائے عالی

مولانا سید حامد میاں صاحب شیخ الحدیث جامعہ نعیمیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور
خلیفہ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی نور اللہ مرقدہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا
وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ، اَمَّا بَعْدُ

میں نے مولانا قاری شریف احمد صاحب کی کتاب "اسلام کا نظامِ زکوٰۃ" دیکھی، اس میں ایسی سلیس اور عام فہم زبان میں فضائل و مسائل بیان کئے ہیں، جو ہر آدمی نہیں کر سکتا، تمام الفاظ کی آسان زبان میں تشریح کر دی گئی ہے، آیات و احادیث کا ترجمہ بھی سہل زبان میں کیا ہے، اور تمام کتاب اسی انداز پر لکھی گئی ہے،

پہلے حصہ میں آیات، احادیث، مفید واقعات دیئے ہیں، اور دوسرے حصہ میں مسائل جمع کئے ہیں، اور سب باحوالہ ہیں، اس کتاب کا مطالعہ ہر مسلمان کو مفید ہوگا،

دعا ہے اللہ تعالیٰ مصنف کی سعی کو قبول فرمائے اور مستفیدین کو عمل کی توفیق مرحمت فرمائے، آمین،

(مولانا سید) حامد میاں غفرلہٗ
۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۲ھ، ۲ مارچ ۱۹۸۲ء، یکشنبہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

فہرست مضامین اسلام کا نظامِ زکوٰۃ "حصہ اول"

المعروف

زکوٰۃ کی شرعی اہمیت

مضمون	صفحہ
حرفِ آغاز	۱۵
آغازِ کتاب	۱۸
زکوٰۃ کا مروّجہ نظام اسلام کی خصوصیت ہے،	۱۹
آیت صَدَقَۃً تُطَہِّرُہُمْ کی تفسیر	۲۰
آیت صدقۃً پر ایک اشکال اور اس کا جواب،	״
زکوٰۃ عبادت ہے ٹیکس نہیں	۲۱
جس مال کی زکوٰۃ نہ دی جائے وہ بے برکتی اور تباہی کی نذر ہو جاتا ہے	۲۲
اسلام کا کوئی حکم حکمت و مصلحت سے خالی نہیں،	۲۳
زکوٰۃ کی حکمت و مصلحت زبانِ رسالت سے	۲۴
صدقہ خیرات کرنا مؤمن کی پہچان ہے	۲۶
راہِ خدا میں خرچ نہ کرنا منافق ہونے کی نشانی ہے،	۲۷
صدقہ خیرات اور دیگر نیک کاموں سے روکنا شیطان کا کام ہے،	۲۷
انفاق فی سبیل اللہ کی فضیلت قرآن مجید سے،	۲۸
زکوٰۃ نہ دینے کا عذاب قرآن و حدیث سے،	۲۹
پیشانی، کروٹوں اور پیٹھ کو عذاب اور اس کی وجہ	۳۱

مضمون	صفحہ
آیت وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّہَبَ کے نزول کے بعد صحابہ کی تشویش،	۳۲
ام المومنین ام سلمہؓ کا اپنے استعمال کے زیور کی زکوٰۃ کے متعلق سوال،	۳۳
زکوٰۃ کے حکم سے متعلق قرآن کریم کی چند آیات،	۳۴
زکوٰۃ، صدقہ، خیرات کے فضائل کا خلاصہ احادیث سے،	۳۶
حضرت ابوبکر صدیقؓ کا تمام عرب سے زکوٰۃ کے جہاد،	۳۸
صحابہ کرامؓ کے راہِ خدا میں خرچ کرنے کے چند واقعات،	۴۱
حضرت ابوبکر صدیقؓ کے راہِ خدا میں ایثار کے واقعات،	۴۲
آپ کا غلاموں کو آزاد کرنا	۴۳
ابوبکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ کا صدقہ میں مقابلہ،	۴۴

مضمون	صفحہ
ایک صحابی کا زکوٰۃ میں اونٹ دینا	۴۵
حضرت عثمان غنیؓ کے راہِ خدا میں ایثار کے واقعات،	۴۷
حضرت ابوطلحہؓ کا بیرحا صدقہ کرنا	۵۰
راہِ خدا میں خرچ کرنے والوں کی تائید ایزدی،	۵۱
مشہور بزرگ حضرت بشر حافیؒ سے زکوٰۃ و نماز کے متعلق طلباء کا سوال،	۵۵
بخل کی مذمت قرآن و حدیث سے	۵۶
زکوٰۃ نہ دینے کا عذاب انجام	۵۹
زکوٰۃ کا حکم اسلام سے پہلی شریعتوں میں،	۶۱
اسلام سے پہلی شریعتوں میں صدقات نذر و نیاز کی قبولیت کا طریقہ،	۶۴
زکوٰۃ، صدقہ، خیرات کے شرائط قرآن و حدیث کی روشنی میں،	۶۸

مضمون	صفحہ
ایک غلط فہمی کا ازالہ	۶۹
صدقہ کے متعلق امام غزالیؒ کا قول	۷۱
زکوٰۃ وصدقات ادا کرنے کے آداب قرآن وحدیث کی روشنی میں	۷۲
پہلا ادب	۷۲
نیت میں اخلاص ہو	
دوسرا ادب	۷۴
مال حلال اور طیب ہو	
تیسرا ادب	۷۵
مال محبوب اور پسندیدہ ہو	
چوتھا ادب	۷۶
زکوٰۃ دیکر احسان نہ جتلائے	

مضمون	صفحہ
پانچواں ادب	۷۷
زکوٰۃ خفیہ طریقہ پر دینا بہتر ہے	
زکوٰۃ کے مستحق کون لوگ ہیں	۸۰
زکوٰۃ ادا کرنے میں تملیک شرط ہے،	
تملیک کی وضاحت	۸۲
مسئلۂ تملیک کی دلیل	۸۳
رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینا	۸۴
علم دین حاصل کرنے والے طلباء	۸۶
کو زکوٰۃ دینا،	
عمر فاروقؓ کے زمانۂ خلافت میں	۸۹
رعایا کی خوش حالی،	
عمر بن عبدالعزیزؒ کے زمانے	۹۰
میں فارغ البالی،	
تمت حصہ اوّل	۹۲

فہرست حصہ اول تمام ہوئی اس کے بعد
حصہ دوم کی فہرست ملاحظہ فرمائیں،

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست مضامین اسلام کا نظام زکوٰۃ "حصہ دوم"

المعروف بہ

زکوٰۃ کی شرعی اہمیت

مضمون	صفحہ
چند ضروری اور کام کی باتیں	۹۶
زکوٰۃ کی وجہ تسمیہ	۹۸
ہدیہ، صدقہ، زکوٰۃ، انفاق وغیرہ	۹۹
الفاظ کی تشریح،	
زکوٰۃ کب فرض ہوئی	۱۰۱
منکر زکوٰۃ کا شرعی حکم	۱۰۳
زکوٰۃ کب فرض ہوتی ہے	۱۰۴
کیا زکوٰۃ کا کوئی مہینہ یا دن مقرر ہے	۱۰۵
زکوٰۃ قمری حساب سے ادا کرے یا شمسی سے،	"
سال میں ایک تہائی فرضیت زکوٰۃ کی حکمت	۱۰۶
زکوٰۃ کے قانون کا منشاء اور مقصد کیا ہے،	۱۰۷
وجوب زکوٰۃ کے شرائط	۱۰۸
زکوٰۃ کی نیت کے مسائل	۱۰۹
ادائے زکوٰۃ کے مسائل	۱۱۲
کیا زکوٰۃ قسطوں میں دیجاسکتی ہے	۱۱۵
اگر زکوٰۃ وقت مقررہ پر ادا نہ کرسکے،	"
ادائے زکوٰۃ کیلئے کسی کو وکیل بنادینا	۱۱۵
کن لوگوں کو زکوٰۃ دینا جائز ہے	۱۱۷
کن لوگوں کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں	۱۲۰

مضمون	صفحہ
کن رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینا جائز ہے،	۱۲۳
کن رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینا ناجائز ہے،	۱۲۴
کن چیزوں پر زکوٰۃ فرض نہیں،	۱۲۵
کن چیزوں پر زکوٰۃ فرض ہے	۱۲۷
نصابِ زکوٰۃ کے مسائل	۱۲۸
زیورات کی زکوٰۃ کے مسائل	۱۳۱
زیورات کی زکوٰۃ نکالنے کا طریقہ	۱۳۴
تجارتی مال کی زکوٰۃ کے مسائل	۱۳۵
زکوٰۃ کے مختلف اور اہم مسائل	۱۴۰
حج کی نیت سے رکھے ہوئے روپے پر زکوٰۃ ہے یا نہیں،	〃
نقد رکھے ہوئے روپے پر زکوٰۃ ہے یا نہیں،	۱۴۰
نابالغ اور مجنون پر زکوٰۃ کا بیان	۱۴۱
نیوتہ کے روپے پر زکوٰۃ کا بیان	۱۴۲
میت کے گور و کفن پر زکوٰۃ کا صرف کرنا،	۱۴۲
زکوٰۃ کے روپے سے ایصالِ ثواب کرنا	۱۴۳
زکوٰۃ کا روپیہ مسجد کی تعمیر وغیرہ پر صرف کرنا،	〃
زکوٰۃ کے روپے سے امام اور مؤذن کی تنخواہ دینا کیسا ہے،	۱۴۴
چرمِ قربانی یا صدقۂ فطر کی قیمت مسجد یا عیدگاہ کی تعمیر پر صرف کرنا،	۱۴۵
دینی مدارس میں زکوٰۃ کا روپیہ صرف کرنا،	۱۴۵
زکوٰۃ کا روپیہ مدارسِ اسلامیہ میں صرف کرنے کا طریقہ	۱۴۶
زکوٰۃ کے روپے سے مدرسے کو کتابیں دلانا،	۱۴۶
زکوٰۃ کے روپے سے کسی طالب علم کو کتابیں خرید کر دیدینا،	۱۴۷

مضمون	صفحہ
زکوٰۃ کے روپے سے کتابیں خرید کر اپنے مطالعہ میں رکھنا،	۱۴۸
زکوٰۃ کے روپے سے لائبریری قائم کرنا،	۱۴۸
کسی اسلامی اسکول میں زکوٰۃ دینا	۱۴۹
زکوٰۃ کے روپے سے قرآن مجید خرید کر تقسیم کرنا،	〃
تبلیغی کاموں میں زکوٰۃ کا روپیہ صرف کرنا،	۱۵۰
رفاہِ عام اداروں یا کسی انجمن کو زکوٰۃ کا روپیہ دینا،	۱۵۱
ہسپتال اور شفاخانوں پر زکوٰۃ کا روپیہ صرف کرنا،	۱۵۲
رفاہی کام کرنیوالے اداروں کے ضروری اخراجات زکوٰۃ میں حیلہ کا بیان	۱۵۳
جس مدرسہ میں بنیادی تعلیم ہوتی ہو	۱۵۴
اگر کسی کے پاس کوئی چیز امانت رکھی ہو تو اسکی زکوٰۃ کس کی ذمہ ہے	۱۵۷
قرض حسنہ دیئے ہوئے روپے کی زکوٰۃ کا حکم،	۱۵۸
غصب کردہ یا رشوت سے جمع کردہ روپے پر زکوٰۃ ہے یا نہیں،	〃
زکوٰۃ کا روپیہ کسی مستحق زکوٰۃ کی شادی پر صرف کرنا،	۱۵۹
زکوٰۃ کے روپے سے کسی مستحق کو مکان بنا کر دیدینا	〃
زکوٰۃ کی رقم غریب یا ضرورتمند لوگوں کو قرض حسنہ دینے کے لئے علیحدہ رکھ دینا،	۱۶۰
ڈاکخانہ یا بینک میں جمع کردہ رقم کی زکوٰۃ،	۱۶۰
بونڈ یا سیونگ سرٹیفکٹ پر زکوٰۃ کا حکم،	۱۶۱
گورنمنٹ کے قرضوں میں لگائے ہوئے روپے پر زکوٰۃ کا حکم،	۱۶۱
پراویڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ ہے یا نہیں	۱۶۲

مضمون	صفحہ
پریس مل اور کارخانوں میں لگی ہوئی مشینوں پر زکوٰۃ ہے یا نہیں،	۱۶۳
کسی کمپنی کے خریدے ہوئے شیر پر زکوٰۃ کا مسئلہ	۱۶۴
اگر کوئی زکوٰۃ ادا کئے بغیر مرجائے تو کیا حکم ہے،	۱۶۵
زمین کی پیداوار میں زکوٰۃ کا بیان،	۱۶۷
عُشر اور زکوٰۃ میں فرق	۱۷۱
جانوروں کی زکوٰۃ کا بیان	۱۷۲
گائے، بیل، بھینس وغیرہ کا نصاب	۱۷۳
بکری، بھیڑ، دنبوں کا نصاب زکوٰۃ	۱۷۵
اونٹوں کا نصاب	۱۷۶

مضمون	صفحہ
تتمہ حصہ دوم	۱۷۹
صدقۃ الفطر کا بیان	۱۷۹
صدقۂ فطر اور زکوٰۃ میں فرق	۱۸۰
صدقۂ فطر کی مقدار	۱۸۱
فدیہ کے مسائل	۱۸۳
قربانی کی فضیلت	۱۸۶
قربانی کے چند مسائل	۱۸۷
چرمِ قربانی کے مسائل	۱۸۹
عقیقہ کا بیان	۱۹۰
عقیقہ کے ضروری مسائل	۱۹۱
چرمِ عقیقہ کے ضروری مسائل	۱۹۳
حرفِ آخر اور شکرِ نعمت	۱۹۵
تمت بالخیر	

تصانیف قاری سید اصغر احمد رضا خطیب جامع مسجد ریلوے اسٹیشن و سرپرست مکتبہ رشیدیہ کراچی

معلم الدین (عکسی)

دینی معلومات سے بھرپور خزانہ
یہ مردوں کی ضرورت کے مسائل پر مشتمل فقہ کی اردو میں مشہور کتاب ہے، جس کی علماء کرام اخبارات و رسائل نے تعریف کی ہے، جو کتاب کے دیباچہ میں شامل ہیں،
حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب مدظلہم مہتمم دارالعلوم دیوبند نے تعارف بطور مقدمہ تحریر فرمایا ہے، اس مختصر فہرست میں کتاب کا پوری طرح تعارف نہیں کرایا جا سکتا، مشہور مفت روزہ "خدام الدین" کے الفاظ میں ہی لیجئے، جس گھر میں یہ کتاب ہوگی اس گھر کے احباب کو دینی معلومات حاصل کرنے میں معلم کی ضرورت باقی نہ رہے گی، کیونکہ یہ کتاب خود معلم الدین ہے،
قیمت مجلد ڈسٹ کور

تعلیم النساء (عکسی)

عورتوں کی ضرورت کے مسائل پر مشتمل اور حاوی کتاب
جس طرح مردوں کی ضرورت کے لئے "معلم الدین" ہے اس کے مقابلہ میں تعلیم النساء ہے، چونکہ عورتیں اپنے گھریلو کام کاج اور دوسری ضروریات میں مصروف رہنے کی وجہ سے اپنی ضرورت کے مسائل کرنے سے محروم رہتی ہیں اسی ضرورت کے پیش نظر یہ کتاب لکھی گئی ہے تاکہ نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، طہارت وغیرہ کے مسائل گھر بیٹھے معلوم کر سکیں، بہت سے مسائل ایسے بھی ہوتے ہیں جن کو دریافت کرنے میں شرم محسوس ہوتی ہے، ایسے مسائل میں بھی یہ کتاب انشاء اللہ رہنما ثابت ہوگی۔
صفحات ۳۰۴، سائز $\frac{۳۰ \times ۲۰}{۱۶}$
قیمت مجلد ڈسٹ کور

چہل حدیث (عکسی)

حدیث میں چالیس حدیثیں یاد کرنے کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے، اس میں چالیس مع مختصر شرح جمع کی گئی ہیں،
صفحات ۔۔۔ سائز $\frac{۳۰ \times ۲۰}{۱۶}$ ہدیہ

جہیز ایڈیشن پلاسٹک کور
قیمت

حرفِ آغاز

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ؕ

اما بعد

راقم الحروف کا ریلوے جامع مسجد سٹی اسٹیشن کراچی سے قیامِ پاکستان کے بعد سے خطابت و امامت کا تعلق چلا آرہا ہے،

اس عرصہ میں بہت سے دینی جذبہ اور تعلق رکھنے والے حضرات سے محض اللہ کے لئے تعلق پیدا ہوگیا، ایسے مخلص حضرات کی خواہش پر بندہ نے چند مذہبی کتابیں اور رسائل اردو زبان میں مرتب کئے، خدا کا شکر ہے وہ سب کتابیں اور رسائل مفید رہے، اور مقبول بھی ہوئے،

اس کے بعد ان احباب نے فرمائش کی کہ زکوٰۃ کے مسائل پر بھی کوئی آسان اور مفید رسالہ مرتب کر دیا جائے، مگر اپنی نااہلیت کی وجہ سے پس وپیش کرتا رہا، جب اصرار زیادہ بڑھا تو خیال کیا کہ اپنی دوسری کتابوں کی طرح اس کتاب کو بھی اپنے بزرگوں کی کتب سے استفادہ کرکے مرتب کر دیا جائے،

اس کے بعد بنامِ خدا میں نے یہ کام شروع کر دیا اور اگلے صفحہ پر درج کتب ان کے علاوہ اور دوسری کتب سے استفادہ کرتا رہا،

تفسیری مضامین اور ترجمۂ قرآن کے سلسلہ میں

(۱) ترجمۂ قرآن؛
شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب رحمہ اللہ (اسیر مالٹا)

(۲) فوائد عثمانی؛
شیخ التفسیر مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمہ اللہ

(۳) بیان القرآن؛
حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ

(۴) معارف القرآن؛
مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد شفیع صاحب دامت برکاتہم

تاریخ و فضائل کے سلسلہ میں

(۵) فضائل صدقات؛
شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب دامت برکاتہم

(۶) جنت کی کنجی؛
مولانا احمد سعید صاحب دہلوی رحمہ اللہ

(۷) دوزخ کا کھٹکا؛
مولانا احمد سعید صاحب دہلوی رحمہ اللہ

⑧ قصص القرآن؛

مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی رحمہ اللہ

⑨ صدیق اکبرؓ؛

مولانا سعید احمد صاحب اکبرآبادی پروفیسر علیگڈھ مسلم یونیورسٹی (انڈیا)

ان کے علاوہ اگر کوئی مسئلہ کسی دوسری کتاب سے لیا ہے تو اخیر میں اس کتاب کا نام لکھ دیا گیا ہے۔

کتاب کی افادیت کے پیشِ نظر میں نے اس کو دو حصّوں میں تقسیم کر دیا ہے، پہلے حصّہ میں زکوٰۃ وصدقات کے فضائل کا بیان ہے ——— اور دوسرے حصّہ میں زکوٰۃ اور اس کے متعلقہ مسائل بیان کئے گئے ہیں، اور آسانی کے لئے دونوں حصّوں کے مجموعہ کا نام "کتاب الزکوٰۃ" رکھ دیا ہے، اور یہی نام کتاب کے ہر صفحہ کے اوپر بھی لکھ دیا گیا ہے،

واقعہ یہ ہے کہ یہ کتاب دراصل اپنے بزرگوں کے فرمودات ہیں، جن کو میں نے اپنے الفاظ میں منتقل کر دیا ہے،

——— درخواست ———

ناظرین سے میری درخواست ہے کہ کتاب میں اگر کوئی کوتاہی یا سقم نظر آئے تو اس کو میری غلطی سمجھ کر چشم پوشی اور اغماض فرماتے ہوئے بندہ کو مطلع فرمادیں، تاکہ اگلے ایڈیشن میں اس کو درست کر دیا جائے،

وَاللّٰہُ الْمُوَفِّقُ وَالْمُعِیْنُ

وَھُوَ حَسْبِیْ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ ؕ

آغازِ کتاب

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِیْ کِتَابِہِ الْکَرِیْمِ

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝

"اور نماز کی پابندی رکھو اور دیتے رہو زکوٰۃ، اور رسول کی اطاعت کیا کرو تاکہ تم پر رحم کیا جاوے۔"

امّا بعد

توحید و رسالت کے زبان سے اقرار اور دل سے شہادت کے بعد مسلمان کی عملی زندگی کا آغاز اقامتِ صلوٰۃ (نماز) سے ہوتا ہے،

نماز کے بعد اسلام کا تیسرا اہم رکن زکوٰۃ ہے، قرآن پاک کی تقریباً ۳۲ آیات میں زکوٰۃ کو (صلوٰۃ، نماز) کے ساتھ ساتھ بیان کیا گیا ہے جس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ نماز و زکوٰۃ کی اسلام میں کتنی اہمیت ہے، اگر یوں کہا جائے کہ ان دونوں کا درجہ قریب قریب ہی لے جانہ ہوگا، دونوں میں صرف اتنا سا فرق ہے کہ نماز بدنی عبادت ہے اور زکوٰۃ مالی، نماز سے خالق اور مخلوق، عبد اور معبود کے درمیان

تعلق قائم و استوار ہوتا ہے، اور زکوٰۃ سے اس کے بندوں کے درمیان ہمدردی اور اخوت کا رشتہ بھی مضبوط ہوتا ہے، تاریخ بتلاتی ہے کہ دنیا کی قوموں نے محتاج و ضعیف اور نادار انسانوں کی خدمت کرنا اپنی زندگی کا اہم شعبہ رکھا ہے، اور اس کے لئے ہر ملک میں مختلف جماعتیں، انجمنیں، سوسائیٹیاں قائم کی ہوئی ہیں،

زکوٰۃ کا موجودہ مروّجہ نظام اسلام کی خصوصیت ہے

یہ خصوصیت اور امتیاز صرف اسلام ہی کو حاصل ہے کہ اس نے قوم کے غریب و نادار، فقراء اور مساکین کے لئے مستطیع اور متمول یعنی مالدار مسلمانوں پر قانون کی شکل میں یہ حکم نافذ کر دیا کہ جس کے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا یا اُن کے زیورات ہوں یا اتنی قیمت کا مالِ تجارت ہو اور اس پر پورا ایک سال گذر جائے تو اس میں سے چالیسواں حصّہ نکال کر راہِ خدا میں مستحقین کو دیا جائے اسی کا نام اسلامی اصطلاح میں زکوٰۃ ہے، قرآن پاک میں ارشاد فرمایا گیا،

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ	(اے پیغمبرؐ) آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ (زکوٰۃ) لے لیجئے جس کے ذریعہ آپ ان کو پاک و صاف کر دیں گے

صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ط	اور ان کے لئے دعا کیجئے بیشک آپ
(پ ۱۱ ع ۲)	کی دعا ان کے لئے موجب اطمینان ہے

آیت صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ کی تفسیر

آیت مذکورہ میں صدقہ کا فائدہ دو لفظوں میں بیان فرمایا گیا ہے ایک تطہیر، دوسرے تزکیہ،

تطہیر کے معنی پاک صاف کرنے کے ہیں، تزکیہ تطہیر کے معنی میں بھی بولا جاتا ہے، اور کسی چیز میں نما یعنی بڑھوتری کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے،

جس کا مطلب یہ ہوا کہ صدقہ کرنے والے لوگ صدقہ کے ذریعے اپنے گناہوں اور بُری باتوں سے پاک بھی ہو جائیں گے، اور اعمال، اخلاق میں برکت بھی ہوگی، کہ تھوڑی محنت بڑے اجر و ثواب کا سبب بن جائے گی،

اس تفسیر سے یہ بات واضح ہوئی کہ صدقہ مال اور مالدار کی تطہیر اور اجر و ثواب میں بڑھوتری (اضافہ) دونوں باتوں کا سبب ہے،

آیت صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ پر ایک اشکال اور اس کا جواب

ممکن ہے آیت کی تفسیر سے کسی صاحب کو یہ اشکال ہو کہ اس آیت

میں تو صدقہ کا ذکر ہے، زکوٰۃ کا ذکر تو کہیں نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلویؒ اور حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب دیوبندیؒ۔ ان دونوں بزرگوں نے صدقہ کا ترجمہ زکوٰۃ سے کیا ہے، اور اگر غور کیا جائے تو صدقہ کا لفظ اتنا وسیع ہے کہ زکوٰۃ و صدقاتِ واجبہ و نافلہ سب کو شامل ہے، مولانا عثمانیؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:۔

"اسی لئے سلف رضی اللہ عنہم مسئلہ زکوٰۃ میں بھی اس آیت کو پیش کرتے ہیں" (فوائد عثمانیؒ)

زکوٰۃ عبادت ہے ٹیکس نہیں

ہمارے زمانہ کے بہت سے ناواقف یا نام کے مسلمان یہ کہدیتے ہیں کہ صاحب، زکوٰۃ بھی تو (معاذ اللہ) دنیاوی حکومتوں کے ٹیکسوں کی طرح ایک ٹیکس ہی ہے، ایسے لوگوں کو اس آیت کریمہ کے الفاظ پر غور کرنا چاہئے، جس میں دو باتیں بیان کی گئی ہیں،

اوّل یہ کہ زکوٰۃ مال اور مالدار کی تطہیر و پاکی کا سبب ہے،

دوسرے یہ کہ جس مال کی زکوٰۃ دیدی جاتی ہے وہ مال بڑھتا بھی ہے، اور خیر و برکت کے ساتھ انسان کو سکونِ قلب بھی حاصل ہوتا ہے،

شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:۔

"صدقہ گناہوں کے اثرات سے پاک و صاف کرتا ہے، اور

اموال کی برکت بڑھاتا ہے۔ (فوائدِ عثمانیؒ)

جیسا کہ آئندہ صفحات میں اس کی مزید تشریح آرہی ہے،

جس مال کی زکوٰۃ نہ دیجائے وہ بے برکتی اور تباہی کی نذر ہوجاتا ہے

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَا خَالَطَتِ الصَّدَقَۃُ مَالًا قَطُّ اِلَّا اَھْلَکَتْہُ۔

(معارف الحدیث جلد چہارم بحوالہ مسند شافعی وغیرہ)

"میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے آپؐ فرماتے تھے کہ مالِ زکوٰۃ جب دوسرے مال میں مخلوط ہوگا تو اس کو بھی تباہ کردے گا۔"

صاحبِ معارف الحدیث اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اگر کسی آدمی پر زکوٰۃ واجب ہو اور وہ اس کو ادا نہ کرے تو پھر کسی سے اس کا باقی مال بھی تباہ ہوجائے گا،

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا یہ بھی مطلب نکلتا ہے کہ اگر کوئی غنی اور مالدار آدمی (جو مستحقِ زکوٰۃ نہیں ہے) غلط طریقہ پر زکوٰۃ وصول کرلے تو یہ زکوٰۃ کا مال اس کے باقی مال میں شامل ہوکر اس کو بھی تباہ کردے گا،

خلاصہ یہ کہ حدیث کے دونوں مطلب صحیح اور درست ہیں، اس لئے صاحبِ نصاب کو چاہئے کہ مالِ زکوٰۃ لینے سے احتراز کرے اور بچتا رہے،

اس تشریح و تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ زکوٰۃ دنیاوی حکومتوں کے ٹیکسوں جیسا ٹیکس نہیں بلکہ یہ اہم عبادت ہے، جس کے دینی و دنیاوی دونوں فائدے ہیں جس کی مزید تشریح آپ اسی کتاب میں آگے پڑھیں گے،

اسلام کا کوئی حکم حکمت و مصلحت سے خالی نہیں

حجۃ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۱۷۶ھ) اپنی مشہور زمانہ الہامی تصنیف "حجۃ اللہ البالغہ" میں تحریر فرماتے ہیں:-

"بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ شریعت (اسلام) کے احکام میں کوئی مصلحت نہیں ہوا کرتی یہ گمان فاسد ہے، حدیث اور اُن زمانوں کے اجماع جن کی خوبی اور برکت پر خود شرع نے شہادت دی ہے اس خیال کی تکذیب کرتے ہیں"

پھر فرماتے ہیں؛

"زکوٰۃ کا حکم شریعت میں اس لئے دیا گیا ہے کہ اس سے بخل کی کمینہ عادت جاتی رہے، اور حاجت مندوں کی حاجت برآری ہوتی رہے، جیسا کہ زکوٰۃ نہ دینے والوں کے حق میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے؛

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ

فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ۭ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ۭ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ (پ۴، ع۹)

"اور یہ خیال نہ کریں وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں اس چیز پر جو اللہ نے ان کو دی ہے اپنے فضل سے یہ بخل بہتر ہے اُن کے حق میں، بلکہ یہ بہت بُرا ہے اُن کے حق میں، طوق بنا کر ڈالا جائے گا اُن کے گلوں میں وہ مال جس میں بخل کیا تھا قیامت کے دن"

زکوٰۃ کی حکمت و مصلحت

زبانِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے

اہلِ یمن جب اسلام کی حقانیت سے آشنا ہو کر مشرف باسلام ہونے لگے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنہ ۱۰ھ میں حضرت معاذ بن جبلؓ کو بغرض تبلیغ معلّم بنا کر بھیجا تو روانگی سے پہلے ان کو کچھ زرّیں نصیحتیں فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"جب تم وہاں کے اہلِ کتاب کے پاس پہونچو تو سب سے پہلے اُن کو شہادتین یعنی "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کی تلقین کرنا،

جب وہ اسلام قبول کرلیں تو پھر ان کو بتلانا کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر (دن رات میں) پانچ وقت کی نمازیں فرض کی ہیں،

جب وہ تمہاری یہ بات بھی مان لیں تو پھر اُن کو بتلانا:

اَنَّ اللّٰہَ قَدْ فَرَضَ عَلَیْھِمْ صَدَقَۃً تُؤْخَذُ مِنْ اَغْنِیَآئِھِمْ فَتُرَدُّ عَلٰی فُقَرَآئِھِمْ (بخاری، مسلم)

"اللہ تعالیٰ نے اُن پر صدقہ (زکوٰۃ) فرض کی ہے جو اُن کے مالدار لوگوں سے وصول کر کے انہی میں کے فقراء اور غرباء کو واپس دیدی جائے گی"

گویا اس میں زکوٰۃ کی حکمت و مصلحت بتلادی گئی کہ صاحبِ دولت و ثروت کو اس مغالطہ میں نہ رہنا چاہیئے کہ یہ دولت تنہا اس کی ملکیت ہے، بلکہ یہ خدا کا فضل و کرم ہے کہ اس کو اس قابل بنایا کہ اس سے نادار اور مفلس لوگ فائدہ اٹھائیں، جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہے:

وَفِیْٓ اَمْوَالِھِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ،

"اور ان کے مالوں میں حصہ تھا مانگنے والے اور بارے ہوئے کا"

بارے ہوئے کا مطلب یہ کہ ایسا محتاج جو مانگتا نہیں پھرتا،

غرض یہ کہ اسلام نے زکوٰۃ کو فرض قرار دے کر اُمراء اور نادار مسلمانوں کے درمیان ایسا توازن قائم کر دیا کہ اگر مسلمان اس فرض کو پوری ذمہ داری اور دیانت کے ساتھ ادا کرنے لگیں تو نہ صرف یہ کہ سرمایہ دارانہ ذہنیت کا استیصال ہو بلکہ اس سے بہت بڑی حد تک ہماری قوم سے غربت و مفلسی بھی ختم ہو سکتی ہے، اور سوشلزم کا ہوا جو خود ہمارا اپنا پیدا کردہ

ہے جس نے ہماری راتوں کی نیند دن کا آرام حرام کر دیا ہے، اپنی موت آپ مرجائے،

اسی لئے اسلام نے صدقہ وخیر خیرات کو اتنی اہمیت دی ہے کہ اس کو مسلمانی کا معیار قرار دیا، قرآن پاک میں فرمایا گیا کہ صدقہ خیرات کرنا مؤمن کی نشانی ہے،

صدقہ خیرات کرنا مؤمن کی پہچان ہے

اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّیْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِیَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ (پ ۳ ع ۴)	"جو لوگ خرچ کرتے ہیں اپنے مالوں کو رات اور دن میں پوشیدہ طور پر اور کھلم کھلا سو ان لوگوں کو اُن کا ثواب ملے گا ان کے رب کے پاس اور نہ ڈر ہے اُن پر اور نہ وہ غمگین ہونگے"

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ راہِ خدا میں صدقہ خیرات کرنیوالوں کو اللہ کے ہاں بڑا اجر وثواب ملے گا، کیونکہ راہِ خدا میں خرچ کرنا مؤمن کی پہچان ہے، اور ایسے ہی لوگوں کے متعلق فرمایا گیا، وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝

اس آیت کے نزول کے بعد.... حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کس طرح راہِ خدا میں خرچ کیا اور اس کی تفسیر اپنے عمل سے کی وہ صفحہ ۴۲ پر ملاحظہ فرمائیں

راہِ خدا میں خرچ نہ کرنا منافق ہونے کی نشانی ہے

جہاں راہِ خدا میں خرچ کرنا مؤمن کی پہچان بتلایا گیا ہے وہاں خرچ نہ کرنا نفاق کی علامت بتلائی گئی اور فرمایا:۔

اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ ،
(پ ۱۰ ، ع ۱۵)

منافق مرد اور منافق عورتیں سب ایک طرح کے ہیں کہ بُری بات کی تعلیم دیتے ہیں اور اچھی بات سے منع کرتے ہیں، اور اپنے ہاتھوں کو بند رکھتے ہیں، (بیان القرآن)

یعنی خرچ کرنے کے اصلی موقعوں پر مٹھی بند رکھتے ہیں نہ اُن کی زبان سے کسی کو بھلائی پہونچے نہ مال سے (فوائدِ عثمانی)

اس تشریح سے معلوم ہوا کہ خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے جی چُرانا منافق کا کام ہے،

صدقہ خیرات اور دیگر نیک کاموں سے روکنا شیطان کا کام ہے

شیطان انسان کا ازلی دشمن ہے، اس کی کوشش ہر وقت یہ رہتی ہے کہ مسلمان کوئی ایسا نیک کام نہ کرلے جو حق تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا کا سبب ہو جائے،

پھر وہ یہ کب برداشت کرے گا کہ انسان صدقہ، خیرات جیسے نیک کام کرے، چنانچہ وہ ایسے نیک کام کرنے والوں کو مختلف بہانوں سے بہکانے کی کوشش کرتا ہے،

ارشادِ خداوندی ہے:-

اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ وَیَاْمُرُکُمْ بِالْفَحْشَآءِ ج وَاللّٰہُ یَعِدُکُمْ مَّغْفِرَۃً مِّنْہُ وَفَضْلًا ط

(پ ۳، ع ۴)

"شیطان تم کو محتاجی سے ڈراتا ہے اور تم کو بُری بات (بخل) کا مشورہ دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ تم سے وعدہ کرتا ہے اپنی طرف سے گناہ معاف کردینے اور زیادہ دینے کا"

قرآن کریم کی ان مبارک آیتوں سے یہ بات پوری طرح واضح ہوجاتی ہے، کہ اسلام نے زکوٰۃ، صدقہ خیرات کی کتنی ترغیب دی ہے،

انفاق فی سبیل اللہ کی فضیلت قرآن مجید سے

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے پارہ نمبر ۳ میں انفاق فی سبیل اللہ کی فضیلت اور اس کے آداب مفصل طور پر بیان فرمائے ہیں، انفاق فی سبیل اللہ کی فضیلت کی ایک مثال ان الفاظ میں بیان فرمائی:

مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ کَمَثَلِ حَبَّۃٍ

"مثال اُن لوگوں کی جو خرچ کرتے ہیں اپنے مال اللہ کی راہ میں ایسی ہے

اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ (پ۳، ع۴)	جیسے ایک دانہ اُس سے اُگیں سات بالیں ہر بال میں سو سو دانے، اور اللہ بڑھاتا ہے جس کے واسطے چاہے اور اللہ نہایت بخشش کرنے والا ہے سب کچھ جاننے والا ہے۔"

یعنی اس مثال سے آدمی کو حیرت زدہ نہ ہونا چاہیے کہ کارِ خیر میں خرچ کرنے کا اتنا بڑا اجر و ثواب کیسے ملے گا، تو اس کو دنیا کی اس مادّی مثال سے سمجھ کر اطمینان کر لینا چاہیے کہ زمین میں گیہوں کے ایک دانہ سے کتنی بالیں پیدا ہوتی ہیں، پھر اُن بالوں کے دانوں کا شمار کیا جائے کہ ایک دانہ سے کتنے دانے ہو جاتے ہیں، اسی سے راہِ خدا میں خیر خیرات کرنے کا اجر و ثواب سمجھ لینا چاہیے،

عاقلاں را اشارہ کافی ست

اس کے مقابلہ میں ان آیاتِ کریمہ پر بھی غور و فکر کر لینا چاہیے جن میں زکوٰۃ نہ دینے پر عذاب کی وعید آئی ہے،

زکوٰۃ نہ دینے کا عذاب قرآن و حدیث سے

زکوٰۃ نہ دینے کا قرآن و حدیث میں بڑا عذاب بیان کیا گیا ہے، اس کا اندازہ ان آیات و احادیث سے کیا جا سکتا ہے:۔

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ ① اور یہ خیال نہ کریں وہ لوگ جو بخل
بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ کرتے ہیں اس چیز پر جو اللہ نے
هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ۭ بَلْ هُوَ شَرٌّ ان کو دی ہے اپنے فضل سے کہ یہ بخل
لَّهُمْ ۭ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بہتر ہے ان کے حق میں بلکہ یہ بہت
بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ برا ہے ان کے حق میں طوق بنا کر ڈالا جائے گا
(پ ۴ ع ۹) ان کے گلوں میں قیامت کے دن ۔

اس آیت کی تشریح اور وضاحت کے لئے مندرجہ ذیل حدیث پر بھی نظر ڈال لیجئے تاکہ مطلب پوری طرح سمجھ میں آجائے ۔

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَلَمْ يُؤَدِّ زَكَاتَهُ مُثِّلَ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ شُجَاعًا اَقْرَعَ لَهٗ زَبِيْبَتَانِ يُطَوَّقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ثُمَّ يَاْخُذُ بِلِهْزِمَتَيْهِ (يَعْنِيْ شِدْقَيْهِ) ثُمَّ يَقُوْلُ اَنَا مَالُكَ اَنَا كَنْزُكَ ثُمَّ تَلَا وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ الْاٰيَةَ

"حضرت ابوہریرہؓ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت بیان کرتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے مال و دولت عطا فرمائی پھر اس نے اس کی زکوٰۃ ادا نہ کی تو وہ مال قیامت کے دن اس آدمی کے سامنے زہریلے ناگ کی شکل میں آئے گا جس کے زہریلے پن کی وجہ سے اس کے سر کے بال جھڑے ہوئے ہوں گے، اور اس کی

آنکھوں پر دو سفید نقطے ہونگے پھر وہ سانپ اُس (زکوٰۃ ادا نہ کرنے والے بخیل) کے گلے کا طوق بنا دیا جائے گا، اور کہے گا میں تیری دولت ہوں میں تیرا خزانہ ہوں، اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ الخ آیت تلاوت فرمائی۔

تنبیہ: جس سانپ میں یہ دو باتیں ہوں کہ سر کے بال جھڑ گئے ہوں اور آنکھوں پر سفید نقطے ہوں تو وہ بڑا زہریلا ہوتا ہے، اس لئے حدیثِ پاک میں خصوصی طور پر اس کی مثال دی کہ زکوٰۃ ادا نہ کرنیوالے عذاب کی سختی کا اندازہ کر سکیں،

پیشانی، کروٹوں، پیٹھ کو عذاب اور اسکی وجہ

(۲) وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ وَالْفِضَّۃَ وَلَا یُنْفِقُوْنَھَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَبَشِّرْھُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ۙ یَّوْمَ یُحْمٰی عَلَیْھَا فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ فَتُکْوٰی بِھَا جِبَاھُھُمْ وَجُنُوْبُھُمْ وَ ظُھُوْرُھُمْ ؕ ھٰذَا مَا کَنَزْتُمْ

(۲) اور جو لوگ گاڑ کر رکھتے ہیں سونا اور چاندی اور اس کو خرچ نہیں کرتے اللہ کی راہ میں، سو ان کو خوشخبری سنا دیجئے دردناک عذاب کی جس دن کہ آگ دہکائیں گے اس مال پر دوزخ کی، پھر داغیں گے اس سے اُن کے ماتھے اور کروٹیں

لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ۝ (پ۱۰، ع۱۱) (پ۱۱، ع۱۱)	اور بیٹھیں (اور کہا جائے گا) یہ ہے جو تم نے گاڑ رکھا تھا اپنے واسطے اب چکھو مزا اپنے گاڑنے کا (ترجمہ شیخ الہندؒ)

یعنی جو لوگ دولت اکٹھی کریں خواہ حلال طریقہ سے ہو مگر خدا کے راستہ میں خرچ نہ کریں (مثلاً زکوٰۃ نہ دیں اور حقوقِ واجبہ نہ نکالیں تو اُن کی سزا یہ ہے)۔

پیشانی وغیرہ کو عذاب دینے کی وجہ یہ ہے کہ بخیل دولت مند سے جب خدا کے راستہ میں خرچ کرنے کو کہا جائے تو اس کی پیشانی پر بل پڑ جاتے ہیں، زیادہ کہو تو اعراض کر کے پہلو بدل لیتا ہے، اگر اس پر بھی جان نہ بچی تو پیٹھ پھیر کر چل دیتا ہے، اس لئے سونا چاندی تپا کر انہی تین موقعوں (پیشانی، پہلو، پیٹھ) پر داغ دیئے جائیں گے تاکہ اس کے جمع کرنے اور گاڑنے کا مزہ چکھے (فوائد عثمانیؒ)

آیۃ وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّہَبَ کے نزول کے بعد صحابہ کی تشویش

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں جب آیت وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّہَبَ الخ نازل ہوئی تو صحابہ کرامؓ کو بڑی فکر اور تشویش ہوئی، اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا میں تمہارے اس فکر اور تشویش کو دُور کرنے

کی کوشش کروں گا، اس کے بعد حضرت عمرؓ نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا، یَا نَبِیَّ اللّٰہِ اِنَّہٗ کَبُرَ عَلٰی اَصْحَابِکَ ھٰذِہِ الْاٰیَۃِ،

"یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس آیت کے نزول کے بعد آپ کے اصحاب پر بڑا بوجھ پڑا ہے"

اس پر آپؐ نے ارشاد فرمایا:۔

اِنَّ اللّٰہَ لَمْ یَفْرِضِ الزَّکٰوۃَ اِلَّا لِیُطَیِّبَ مَا بَقِیَ مِنْ اَمْوَالِکُمْ (ابوداؤد)

"اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ تو اسی لئے فرض فرمائی ہے، کہ اس کی ادائیگی کے بعد جو مال باقی رہ جائے وہ پاک ہو جائے"

اُمّ المؤمنین اُمّ سلمہؓ کا اپنے زیور کنگن کی زکوٰۃ کے متعلق سوال

اُمّ المؤمنین ام سلمہؓ "اوضاح" نام کا کوئی زیور (کنگن) پہنے ہوئے تھیں، اس کے متعلق انھوں نے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یارسول اللہ! کیا میرا یہ زیور بھی اس "کنز" میں شمار ہوگا جس کا آیت وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ الخ میں ذکر ہے، اور اس پر عذاب کی وعید آئی ہے؟ تو آپؐ نے ارشاد فرمایا جو مال اتنا ہو جائے کہ اس کی زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم ہو (یعنی بقدر نصاب ہو) اور اس کی

زکوٰۃ ادا کر دی جائے تو اس کا "کنز" میں شمار نہیں ہوگا،

یعنی زکوٰۃ ادا کیا ہوا مال کنز میں شمار نہیں، بلکہ جس نے اس مال کی زکوٰۃ ادا کر دی وہ اس وعید سے بَری ہوگیا اور وہ مال بھی پاک و صاف ہوگیا،

ان کے علاوہ قرآن کریم میں بہت سی آیتیں ہیں جن میں زکوٰۃ کی تاکید بیان کی گئی ہے،

اس تفصیل کے بعد ہم طوالت کے خوف سے اجمالاً چند آیتیں اور ان کا ترجمہ درج کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں،

زکوٰۃ کے حکم سے متعلق قرآن کریم کی چند آیات

(۳) وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ۝ (پ۱، ع۵)

"اور قائم رکھو نماز اور دیا کرو زکوٰۃ اور جھکو نماز میں جھکنے والوں کے ساتھ"

(۴) وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ؕ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ (پ۱، ع۱۳)

"اور قائم رکھو نماز اور دیا کرو زکوٰۃ اور جو کچھ آگے بھیجو گے اپنے واسطے بھلائی، پاؤ گے اس کو اللہ کے پاس"

(۵) وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ؕ

"اور میری رحمت شامل ہے ہر چیز کو

فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ ۝

سو ان کو لکھ دونگا ان کیلئے جو ڈر رکھتے ہیں اور دیتے ہیں زکوٰۃ، اور جو ہماری باتوں پر یقین رکھتے ہیں"

(۶) رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ ۙ (پ۱۸، ع۱۱)

"وہ مرد کہ نہیں غافل ہوتے سوداگری میں اور نہ بیچنے میں اللہ کی یاد سے اور نماز قائم رکھنے سے اور زکوٰۃ دینے سے"

(۷) وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ (پ۱۸، ع۱۳)

"اور قائم رکھو نماز اور دیتے رہو زکوٰۃ، اور حکم پر چلو رسولؐ کے، تاکہ تم پر رحم ہو"

(۸) وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ۝ (پ۲۱، ع۷)

"اور جو زکوٰۃ تم اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے دیتے ہو تو ایسے ہی لوگ اپنے مال کو (آخرت میں) دُوگنا کرنیوالے ہیں"

(۹) وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ، وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ۭ (پ۲۹، ع۱۴، س مزمل)

"اور قائم رکھو نماز اور دیتے رہو زکوٰۃ، اور قرض دو اللہ کو اچھی طرح قرض دینا (یعنی خلوص اور خندہ پیشانی سے)"

(۱۰) وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ۝

"اور قائم رکھیں نماز اور دیں زکوٰۃ اور یہ ہر راہ مضبوط لوگوں کی (یعنی

(پ ۳۰، س بینہ) | سچے پکے مسلمانوں کی)"

ان سب آیات کا ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ کے ترجمہ سے ماخوذ ہے،

یاد رکھئے جو مسلمان صاحبِ نصاب ہوتے ہوئے زکوٰۃ ادا نہ کرے شریعتِ اسلام میں وہ خدا اور رسولؐ کے نزدیک بڑا سخت مجرم ہے، ایسے شخص کو چاہیے کہ وہ ان آیات و احادیث پر غور و فکر کرے،

زکوٰۃ، صدقہ، خیرات کے فضائل کا خلاصہ احادیث سے

جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ صدقہ کا لفظ اتنا وسیع ہے کہ اس کا اطلاق زکوٰۃ کے مال پر بھی ہوتا ہے، اور قرآن مجید کی بہت سی آیتوں میں زکوٰۃ کو صدقہ فرمایا گیا ہے، اس لئے زیرِ نظر احادیث کا خلاصہ زکوٰۃ و صدقات دونوں کے فضائل پر مشتمل ہے،

(۱) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:-

"روٹی کا ایک نوالہ (خیرات کرنے) کی وجہ سے تین آدمی جنت میں جائیں گے، خیرات کا حکم دینے والا، کھانا پکانے والا، مسکین اور فقیر کو جا کر نوالہ دینے والا" (طبرانی)

ناظرین غور کریں کہ ہمارے اس زمانہ میں ایک نوالہ کی کیا حقیقت ہے،

خود ضرورتمند بھی ایک نوالہ کی طرف نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھتا، لینا تو بڑی بات ہے،

لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاں ایسی معمولی چیز کی بھی بڑی قدر ہے، اگر کوئی اپنی پسندیدہ اور محبوب قیمتی چیز صدقہ کرے تو اس کی کتنی قدر ہوگی، قرآن پاک میں فرمایا گیا:-

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۭ (پ۴، ع۱) (پ۴، ع۱)	"ہرگز حاصل نہ کرسکو گے نیکی میں کمال جب تک نہ خرچ کرو اپنی پیاری چیز سے کچھ"

(ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ)

شیخ سعدیؒ نے اس آیتِ کریمہ کا ترجمہ اس طرح کیا ہے ؎

ہرچہ داری صرف کن در راہِ او
لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا

(۲) زکوٰۃ ادا کرنے والے کے دل میں مال کی محبت اور حرص جیسی رُوحانی بیماری پیدا نہیں ہوتی،

(۳) جن لوگوں کو زکوٰۃ دی جاتی ہے اُن کی ضروریات پوری ہوتی ہیں، اور ان کے دل سے دعا نکلتی ہے، اور ہمدردی کے جذبات اُبھرتے ہیں،

(۴) صدقہ کرنے سے مال کم نہیں ہوتا،

(۵) صدقہ خدا کے غصہ کو ٹھنڈا کرتا ہے،
(۶) صدقہ بُری موت سے محفوظ رکھتا ہے،
(۷) صدقہ عمر بڑھاتا ہے،
(۸) صدقہ دینے والے مسلمان کے دل میں تکبّر پیدا نہیں ہوتا،
(۹) حساب کتاب کے دن صدقہ دینے والا اپنے صدقہ کے سایہ میں ہوگا جس کی وجہ سے دھوپ کی شدّت سے محفوظ رہے گا،
(۱۰) صدقہ، خیرات کرنے والے کے لئے ہر روز صبح کو دو فرشتے دعا کرتے ہیں، ایک کہتا ہے، الٰہی! نیک کاموں میں خرچ کرنے والے کو اور زیادہ دے، دوسرا کہتا ہے، الٰہی! بخیل کے مال کو ضائع کر دے،

ان کے علاوہ صدقہ خیرات کے فضائل میں بے شمار حدیثیں ہیں ہم اُن دس پر ہی اکتفاء کرتے ہیں، مسلمان غور کریں کہ زکوٰۃ کی کتنی سخت تاکید ہے، یہی وجہ ہے کہ خلیفۂ اوّل سیدنا حضرت ابوبکر صدّیقؓ نے مانعینِ زکوٰۃ سے کفار کی طرح جہاد کیا جیسا کہ آگے بیان آرہا ہے،

حضرت ابوبکر صدّیقؓ کا مانعینِ زکوٰۃ سے جہاد

زکوٰۃ کی اہمیت کا اس واقعہ سے بھی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ خلیفۂ اوّل سیدنا ابوبکر صدّیقؓ نے اپنے زمانۂ خلافت میں عرب کے اُن قبائل سے

باقاعدہ جنگ کی جنھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کی، اور دشمنانِ اسلام کے بہکاوے میں آکر یہ کہنا شروع کر دیا کہ ہم نماز تو حسبِ معمول پڑھتے رہیں گے مگر زکوٰۃ نہیں دیں گے،

حتیٰ کہ ان لوگوں کی شورش سے عمر فاروقؓ جیسے تیز مزاج بزرگ بھی متاثر ہو گئے، اور صدیقِ اکبرؓ سے عرض کیا کہ حالات کی نزاکت کے پیشِ نظر آپ لوگوں سے نرمی کا معاملہ فرمائیں، آپ نے جواب دیا "اَجَبَّارٌ فِی الْجَاهِلِيَّةِ وَخَوَّارٌ فِی الْاِسْلَامِ، عمرؓ! افسوس! کہ تم زمانہ جاہلیت میں تو اتنے سخت تھے اور اسلام لانے کے بعد اتنے نرم اور پست ہمت ہو گئے"۔

پھر آپ نے فرمایا: "اگر کوئی شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں رسّی[1] کا ٹکڑا (جس کی کوئی اہمیت و وقعت نہیں) یا بکری کا بچہ زکوٰۃ میں دیا کرتا تھا اگر اب اس کو روکے گا تو میں اس سے اس طرح جنگ کروں گا جیسے کفار سے" (تاریخ الخلفاء، علامہ جلال الدین سیوطیؒ)

اور ان لوگوں کی اس بات کا (کہ ہم نماز پڑھتے رہیں گے اور زکوٰۃ نہیں

---

[1] کیونکہ رسی کے بغیر جانور پر وکیل اور عامل کا قبضہ مکمل نہیں ہوتا تو اس کا انتظام رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اگر زکوٰۃ دینے والے کے ذمہ تھا تو آج بھی اس کو باقی رکھوں گا ۱۲

دیں گے) بھرے مجمع میں آپ نے یوں جواب دیا؛

وَاللّٰہِ لَاُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَیْنَ الصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ، (بخاری)	"خدا کی قسم! میں ہر اُس شخص سے جہاد کروں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرے گا"

چنانچہ تاریخ صدیقی شاہد ہے کہ آپ نے اُن شرپسند عناصر کی ایسی سرکوبی فرمائی کہ پھر کسی نے سر نہ اٹھایا، اور یہ فتنہ اپنی موت آپ مرگیا، مندرجہ بالا قولِ صدیقی کے متعلق مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد شفیع صاحب دامت برکاتہم تحریر فرماتے ہیں؛

(صدیق اکبرؓ کا) اشارہ اس طرف تھا کہ جو لوگ حکم زکوٰۃ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص قرار دیتے، اور آپ کے بعد اس کے ساقط ہو جانے کے قائل ہوئے، وہ کل کو یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ نماز بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص تھی، کیونکہ قرآن کریم میں یہ آیت بھی آئی ہے، اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوْکِ الشَّمْسِ (آفتاب کے ڈھلنے کے بعد سے رات کے اندھیرے ہونے تک نمازیں ادا کیا کرو) جس میں اقامت صلوٰۃ کے مخاطب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، مگر جس طرح آیت نماز کا حکم پوری امت کے لئے عام ہے، اور اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہونے کی غلط تاویل کرنے والوں کو کفر سے نہیں بچا سکتی، اسی طرح آیت خُذْ مِنْ اَمْوَالِہِمْ

کی یہ تاویل اُن کو کفر وارتداد سے نہیں بچائے گی،

مختصر یہ کہ اسلام نے زکوٰۃ کا نظام ایسا رکھا ہے کہ ایک طرف تو اس سے مال کی بے جا محبت کے جراثیم ختم ہوتے ہیں، دوسرے بخل اور کنجوسی جیسی روحانی بیماری اور عیب سے بچا رہتا ہے،

اس کے بعد راہِ خدا میں خرچ کرنے کے چند واقعات صحابۂ کرام اور اللہ والوں کے ملاحظہ فرمائیں،

صحابۂ کرامؓ کے راہِ خدا میں خرچ کرنے کے چند واقعات

اب ہم صحابۂ کرامؓ کے چند واقعات راہِ خدا میں خرچ کرنے کے درج کرتے ہیں جن کو پڑھ کر ہم لوگ سبق حاصل کریں، کہ یہ حضرات نیک کاموں پر کتنے حریص تھے، اور قرآن پاک کی اس آیتِ کریمہ کی کیسی جیتی جاگتی مُنہ بولتی تصویر و تفسیر تھے،

سَابِقُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَۃٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَجَنَّۃٍ عَرْضُھَا کَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ، (پ ۲۷، ع ۱۹)	تُم اپنے پروردگار کی مغفرت کی طرف دوڑو اور ایسی جنت کی طرف جس کی وسعت آسمان اور زمین کی وسعت کے برابر ہے"

یعنی موت سے پہلے وہ سامان کرلو جس سے کوتاہیاں معاف ہوں اور بہشت ملے اس کام میں سُستی اور دیر کرنا مناسب نہیں (فوائد عثمانیؒ)

ضروری فائدہ

اس آیتِ کریمہ میں جنت کے عرض کو آسمان اور زمین کے عرض سے کیوں تشبیہ دی گئی تو اس کی وجہ یہ ہے کہ آدمی کے دماغ میں آسمان و زمین کی وسعت سے زیادہ اور کوئی وسعت نہیں آسکتی تھی، اس لئے سمجھانے کے لئے جنت کے عرض کو اسی سے تشبیہ دی گئی، گویا بتلادیا جنت کا عرض زیادہ سے زیادہ سمجھو، پھر جب عرض اتنا ہے تو طول کا حال خدا جانے کیا کچھ ہوگا (فوائد حضرت شیخ الہندؒ)

اس مسابقت بالخیر کا نقشہ اگلے صفحات میں صحابہ کرام رضؓ کے واقعات میں دیکھیں؛

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے راہِ خدا میں ایثار کے واقعات

خلیفۂ اوّل سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ قریش میں سب سے بڑے تاجر اور سب سے زیادہ مالدار تھے، آپ حضرت عائشہؓ کے والدِ ماجد ہیں،

(۱) اپنے والد کے متعلق اُمّ المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جس روز حضرت ابوبکر صدیقؓ اسلام لائے ہیں آپ کے پاس چالیس ہزار دینار یا درہم تھے وہ سب (اسلام کی نشر و اشاعت)

میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر خرچ کر دیئے،

(۲) ایک حدیث میں ہے کہ اس مال کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دین کی نشر و اشاعت میں اس طرح خرچ کیا کرتے تھے جس طرح اپنا مال،

(۳) اسی طرح صدیق اکبرؓ نے اُن سات غلاموں کو جو مسلمان ہونے کے جرم میں کفار کے مظالم کا شکار بنے ہوئے تھے کافروں سے خرید کر آزاد کرایا،

ان غلاموں کے نام یہ ہیں :- حضرت بلال حبشیؓ، حضرت عامر بن فہیرہؓ، حضرت ابو فکیہؓ، حضرت لبینہؓ، حضرت زنیرہؓ، حضرت نہدیہؓ، حضرت ام عبیسؓ (صدیق اکبرؓ، ص ۳۸)

(۴) قرآن پاک کی جب یہ آیت نازل ہوئی:

اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّیْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِیَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ (پ ۳ ع ۶)

"یعنی جو لوگ خرچ کرتے ہیں اپنے مال اللہ کی راہ میں رات کو اور دن میں، چھپا کر اور ظاہر میں تو ان کے لئے ثواب ہے اُن کا اُن کے رب کے پاس، اور نہ ڈر ہے اُن پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے"

تو صدیق اکبرؓ نے چالیس ہزار دینار اللہ کی راہ میں اس طرح خرچ کئے

کہ دس ہزار دن میں، دس ہزار رات میں، دس ہزار خفیہ اور دس ہزار علانیہ (معارف القرآن بحوالہ روح المعانی)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ ابی وامی) نے صدیق اکبرؓ کے اس ایثار اور جذبۂ فداکاری سے متاثر ہو کر ایک مرتبہ ارشاد فرمایا:

"جب مجھے اللہ تعالیٰ نے نبی بنایا تو سب لوگوں نے مجھے جھٹلایا مگر ابوبکرؓ نے میری تصدیق کی، اور اپنی جان و مال سے میری مدد کی" (بخاری شریف، تاریخ الخلفاء)

آپؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

"ابوبکرؓ کے مال نے مجھ کو جو نفع پہونچایا ہے کسی اور کے مال نے اتنا نہیں پہونچایا" (مشکوٰۃ شریف، صدیق اکبرؓ)

ابوبکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ کا صدقہ میں مقابلہ

خلیفۂ دوم سیدنا عمر فاروقؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک کے موقع پر مجاہدین اسلام کی امداد کی ترغیب دی، اتفاق سے میرے پاس اس دن کچھ مال تھا، میں نے سوچا کہ ابوبکر ہر ایسے موقع پر مجھ سے سبقت لے جاتے ہیں، آج میں دل کھول کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مال پیش کر کے ابوبکرؓ

سے سبقت لے جاؤں گا،

چنانچہ میں اس مال سے نصف مال خدمتِ نبوی میں پیش کرنے کے لئے آیا اور نصف گھر چھوڑ آیا، یہ مال دیکھ کر حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا:۔ اے عمرؓ! گھر میں اہل وعیال کے لئے کتنا مال چھوڑا؟ میں نے جواب دیا آدھا مال چھوڑ آیا ہوں،

تھوڑی دیر بعد ابوبکرؓ بھی مال لئے ہوئے حاضر ہوئے، آپ نے ان سے بھی دریافت فرمایا "اے ابوبکرؓ! گھر میں اہل وعیال کے لئے بھی کچھ چھوڑا یا نہیں؟ آپ نے جواب دیا گھر والوں کے لئے اللہ اور اس کا رسولؐ کافی ہیں، حضرت عمرؓ فرماتے ہیں میں نے اپنے دل میں سوچا تو کسی نیکی میں ابوبکرؓ سے نہیں بڑھ سکتا (ابوداؤد، ترمذی)

ایک صحابی کا زکوٰۃ میں اونٹنی دینا

ابی ابن کعبؓ فرماتے ہیں کہ مجھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ زکوٰۃ کی وصولیابی کے لئے بھیجا، میں ایک صاحب کے پاس پہونچا تو تفصیلات معلوم کرنے کے بعد میں نے ان کو بتلایا کہ آپ پر اونٹ کا ایک سالہ بچہ زکوٰۃ میں واجب ہے، تو انھوں نے

---

۵ ابن عساکر نے ابوبکرؓ کے اس چندہ کی مالیت چار ہزار درہم بتلائی ہے، (صدیق اکبرؓ، ص ۷۵، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کراچی)

کہا ایک سالہ اونٹ کا بچہ کس کام کا نہ دودھ دیگا نہ سواری کے قابل،
ابی بن کعبؓ فرماتے ہیں، انھوں نے ایک عمدہ اور بہت خوب صورت
اونٹنی پیش کی کہ یہ قبول کرلیں،
میں نے ان کو جواب دیا کہ میں تو یہ نہیں لے سکتا، البتہ اگر تم
یہی دینا چاہتے ہو تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں
خود جا کر پیش کردو،
وہ اس اونٹنی کو لے کر ابی بن کعبؓ کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ جناب
کے قاصد میرے پاس زکوٰۃ کا مال لینے کے لئے آئے تھے، خدا کی قسم مجھے
آج تک یہ سعادت نصیب نہیں ہوئی تھی، اس لئے میں نے اپنا سارا
مال قاصد کے سامنے کردیا، انھوں نے مال دیکھ کر فرمایا کہ اس میں ایک
سالہ اونٹ کا بچہ زکوٰۃ میں واجب ہے، میں نے کہا ایک سالہ بچہ سے نہ تو
دودھ ہی کا فائدہ نہ سواری کا آرام، اس لئے میں نے ایک عمدہ جوان
اونٹنی پیش کی جس کو انھوں نے لینے سے انکار کردیا، اب میں خود حاضر
خدمت ہوا ہوں، آپؐ نے فرمایا تم پر واجب تو وہی ہے جو انھوں نے
بتلایا، مگر تم اپنی طرف سے اس سے زیادہ اچھا اور عمدہ مال دینا چاہو
تو قبول ہے، اللہ تعالیٰ تمہیں اس کا اجر عطا فرمائے، انھوں نے
کہا یہ حاضر ہے، آپؐ نے قبول فرما کر ان کے مال میں برکت کی دعاء

فرمائی، (ماخوذ از حکایاتِ صحابہؓ)

چونکہ ہماری زیرِ نظر کتاب فضائلِ زکوٰۃ سے متعلق ہے، اس کی مناسبت سے یہ واقعہ یہاں درج کیا گیا، ناظرین اس پر غور کریں کہ زکوٰۃ کے معاملہ میں صحابۂ کرام کا کتنا وسیع اور اونچا نظریہ تھا، اس کے مقابلہ میں ہم اپنے اوپر نظر ڈالیں کہ ..... زیادتی تو بڑی بات ہے اصل زکوٰۃ ادا کرنے میں کیا حال ہوتا ہے اور کیسے حیلے بہانے کرتے ہیں،

حضرت عثمان غنیؓ کے راہِ خدا میں ایثار کے واقعات

سیدنا عثمان غنیؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تیسرے خلیفہ ہیں آپ کی سخاوت و دولت کی وجہ سے لوگ آپ کو غنی کے نام سے پکارتے تھے اور اسی وجہ سے آج بھی آپ کے نام کے ساتھ غنی بولا اور لکھا جاتا ہے، آپ کے مسلمانوں پر بڑے احسانات ہیں، اور آپ کے ایثار و ہمدردی کے روشن واقعات سے تاریخ بھری پڑی ہے، کتاب کی طوالت کے خوف سے ہم چند واقعات مختصراً درج کرتے ہیں،

(۱) مدینۂ طیبہ میں مسلمانوں کو پینے کے پانی کی سخت تکلیف رہتی تھی، بیر رومہ مشہور کنواں ایک یہودی کی ملکیت تھا، اس کا پانی شیریں تھا، مگر اُس یہودی نے اس کو ذریعۂ معاش بنا رکھا تھا، اور پانی فروخت کیا کرتا تھا،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مسلمانوں کی یہ بے بسی اور تکلیف دیکھی نہ جاتی تھی، اس لئے آپؐ نے اعلان فرمایا، کون ہے اللہ کا بندہ جو مسلمانوں کے لئے یہ کنواں خرید کر وقف کردے، اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں اس سے بہتر بدل عطا فرماوے گا،

حضرت عثمانؓ کو جب آپؐ کے اس اعلان کی خبر پہونچی تو آپ نے اس کو پینتیس ۳۵ ہزار درہم میں خرید کر وقف کردیا،

(۲) مسجدِ نبویؐ شروع میں چھوٹی تھی، مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوا تو مسجد درچھوٹی پڑ گئی، مسجد کے متصل زمین کا کچھ ٹکڑا پڑا تھا آپ نے اس کو بیس ۲۰ ہزار درہم میں خرید کر مسجد کے لئے وقف کردیا نہ صرف یہ کہ یہ قطعۂ زمین خرید کر وقف کیا، بلکہ مسجد کی توسیع کا کارنامہ بھی انجام دیا، جس کی تفصیل آپ کی سوانح میں جمع کی گئی ہے،

(۳) اسی طرح محتاج و مستحقین کی امداد کرنا آپ کا طرۂ امتیاز تھا، خلافتِ صدیقی میں ایک مرتبہ قحط پڑا تو ملکِ شام سے غلہ سے لدے ہوئے آپ کے ایک ہزار اونٹ آئے، مدینہ کے تاجر دوڑے دوڑے آپ کے پاس خریداری کے لئے پہونچے، آپ نے ان سے دریافت کیا کہ تم مجھے ان پر کیا نفع دوگے؟ انھوں نے جواب دیا دس روپے کے مال کے بارہ، زیادہ سے زیادہ پندرہ،

آپ نے جواب دیا مجھے اس سے زیادہ نفع مل رہا ہے، تاجروں نے

تعجب سے کہا ہمارے سوا زیادہ نفع دینے والا مدینہ کا اور کون تاجر ہے، کیونکہ ہمارے سوا مدینہ میں اور کوئی تاجر نہیں،

آپ نے جواب دیا مجھے ایک روپے کے مال پر دس روپے کا نفع مل رہا ہے، کیا تم لوگ اس سے زیادہ دے سکتے ہو؟ سب نے انکار کر دیا،

اس کے بعد حضرت عثمانؓ نے اُن سب تاجروں سے فرمایا، تم سب گواہ رہو میں نے اپنے غلّہ کے یہ ایک ہزار اونٹ راہِ خدا میں اہلِ مدینہ پر خیرات کر دیئے،

عبرت: آج ہمارے مسلمان بھائی گراں فروشی کے لئے غلّہ اور اور دوسری ضروریاتِ زندگی کس طرح چھپا چھپا کر رکھتے ہیں،، اور بلیک مارکیٹ کر کے قوم و ملک کے نام پر کلنگ کا ٹیکہ لگاتے ہیں، غور کرنے کا مقام ہے، کیا اسی کا نام مسلمانی ہے، افسوس! ؎

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

(۴) سنہ ۹ھ میں غزوۂ تبوک ہوا، مسلمانوں پر یہ بڑا تنگی کا زمانہ تھا، اور سفر بھی طویل تھا، اسی لئے اس کو جیش العسرہ بھی کہتے ہیں،

جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام سے اس جنگ میں امداد کرنے کی اپیل فرمائی، حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کا واقعہ صفحہ ۴۵ پر گذر چکا ہے، اس غزوہ میں حضرت عثمان غنیؓ نے تین سو اونٹ، ایک سو گھوڑے اور ایک ہزار دینار سے مجاہدینِ اسلام کی امداد فرمائی

اسی لئے آپ کو مجہز جیش العسرۃ کا دربارِ نبویؐ سے خطاب ملا،

حضرت ابوطلحہؓ کا بیرحاء صدقہ کرنا،

قرآن کریم کی جب آیت لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۝ نازل ہوئی تو ابوطلحہ انصاریؓ نے خدمتِ نبوی میں حاضر ہو کر عرض کیا، یارسول اللہؐ! مجھے سب سے زیادہ پیارا اور محبوب بیرحاء ہے میں اسے راہِ خدا میں تصدق کرنا چاہتا ہوں، لہٰذا جہاں آپ مناسب سمجھیں صرف فرمادیں، آپؐ نے فرمایا میرے خیال میں بہتر یہ ہے کہ اسکو تم اپنے قریبی اور ضرورت مند رشتہ داروں میں خرچ کردو، ابوطلحہؓ نے آپؐ کی ہدایت کے مطابق اس کو خاص اقارب ابیؓ بن کعبؓ، حسانؓ بن ثابتؓ، شدادؓ بن اوسؓ، نبیطؓ بن جابرؓ پر تقسیم کردیا، یہ کنواں ایک قیمتی باغ میں تھا، جس کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ حضرت معاویہؓ نے صرف حسان بن ثابتؓ کا حصہ ایک لاکھ درہم میں خریدا تھا،

یہ کنواں مسجدِ نبویؐ کے بابِ عثمانؓ کے بالکل سامنے ایک گلی میں ہے، اسی گلی میں ابوطلحہؓ کا وہ باغ تھا جو اُن کو بہت محبوب تھا، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس باغ میں اکثر تشریف لیجایا کرتے تھے، اور اس میں واقع کنویں کا پانی بڑے شوق سے نوش فرمایا کرتے تھے،

اب وہ باغ تو نہیں رہا البتہ کنواں موجود ہے، مگر کس پرسی کی حالت میں ہے، آجکل یہاں عمارتیں بنی ہوئی ہیں، آئندہ مسجد نبویؐ کی توسیع کے پروگرام کے مطابق ممکن ہے یہ بھی نہ رہے،

ہم نے یہ واقعات اس لئے لکھے ہیں کہ ہمارے مسلمان بھائی اندازہ کریں کہ صحابہ کرام راہِ خدا میں کیسا مال اور کس شوق سے خرچ کیا کرتے تھے، برخلاف اس کے ہم لوگ وہ مال خرچ کرتے ہیں جو ہمارے کام کا نہ رہا ہو، مسلمانوں کو ان واقعات سے سبق حاصل کرکے اپنے اسلاف کی تقلید کرنی چاہیئے، کیونکہ اسی میں ہماری نجات و فلاح کا راز مضمر اور پوشیدہ ہے، ارشادِ نبوی ہے اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّھِمْ اِقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ "میرے صحابہ کی مثال آسمان کے چمکتے ہوئے ستاروں کیطرح ہے، ان میں سے جس کی اقتدا کرلوگے راہِ ہدایت پالوگے"

راہِ خدا میں خرچ کرنے والوں کی تائید ایزدی

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ ایک آدمی نے ابر کے ٹکڑے سے یہ آواز سُنی کہ فلاں شخص کے باغ کو سیراب کر، اُس آواز کے بعد وہ ابر ایک سنگلاخ زمین پر جاکر برسا، پھر وہ پانی ایک نالہ کے ذریعہ بہہ کر جانے لگا، اس آواز سننے والے شخص نے دیکھا کہ ایک شخص باغ

کے پاس کھڑا ہوا اُس پانی کو ایک بیلچہ سے اپنے باغ میں پہنچا رہا ہے، (آواز سننے والے نے) اس شخص کا نام دریافت کیا تو وہی تھا جو ابر میں سُنا تھا، پھر اس شخص نے پانی دینے والے سے دریافت کیا کہ تمھارا کونسا ایسا عمل ہے جس کی برکت سے ابر کو تمھارے باغ پر برسنے کا حکم ہوا، اُس شخص (پانی دینے والے) نے بتلایا کہ میں اپنی پیداوار کے تین حصّے کرتا ہوں؛

ایک حصّہ راہِ خدا میں خرچ کرتا ہوں، ایک حصّہ اپنی اہل و عیال پر خرچ کرتا ہوں، اور ایک حصّہ پھر باغ پر لگا دیتا ہوں (مسلم)

اس حدیث سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ راہِ خدا میں خرچ کرنے سے کتنی خیر و برکت ہوتی ہے، اور حق تعالیٰ اپنے بندوں کی کیسی غیبی مدد فرماتے ہیں، ارشادِ خداوندی ہے:-

وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ، (پ ۲۸ ع ۱۷)

"اور جو شخص اللہ پر توکل کریگا تو اللہ اس کے لئے کافی ہے"

اسی طرح ارشادِ نبویؐ ہے:- مَنْ كَانَ لِلّٰهِ كَانَ اللّٰهُ لَهٗ - "جو اللہ کا ہو جاتا ہے اللہ اس کا حامی و ناصر ہو جاتا ہے"

مختصر یہ کہ زکوٰۃ ادا کرنے میں دینی اور دنیاوی دونوں فائدے ہیں؛ ایک دنیاوی فائدہ یہ ہے کہ جس مال کی زکوٰۃ دیدی جاتی ہے وہ مال چوری چکیتی اور دیگر دنیاوی حادثات و آفات سے محفوظ رہتا ہے

بشرطیکہ مالِ حلال ہو، اس کے برعکس جس مال کی زکوٰۃ نہ دی جائے وہ کسی نہ کسی دن تباہ ہو جاتا ہے، کبھی آگ کی نذر، کبھی چوری چکیتی میں ختم، کبھی خسارہ میں ختم،

میرے ایک دوست نے اپنا واقعہ بیان کیا کہ پہلے میں زکوٰۃ نہیں دیا کرتا تھا، اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت دی کہ میں زکوٰۃ دینے لگا، میں نے اس کی ایک برکت تو یہ دیکھی کہ پریشانی کے بجائے سکونِ قلب رہنے لگا، ایک مرتبہ کچھ مال بازار سے خرید کر ٹیکسی میں رکھا، اور میرے بیٹھنے سے پہلے ڈرائیور نے ٹیکسی چلا دی، جس نے سُنا وہ یہی کہتا تھا کہ گیا ہوا مال اب کیا ملے گا، مگر مجھے اطمینانِ قلب تھا، حتّٰی کہ کئی گھنٹے گذرنے کے بعد ٹیکسی والا اُن صاحب کا پتہ پوچھتا ہوا آیا اور معذرت کے ساتھ مال واپس دے گیا، ان صاحب نے پھر اُس ڈرائیور کو انعام بھی دیا، یہ ہے زکوٰۃ ادا کرنے کی برکت اور فائدہ،

اس کے برعکس انہی صاحب نے اپنا ایک اور واقعہ سُنایا، کہ ایک مرتبہ ایک مال میں مجھے کافی منافع ہونے کی امید تھی میرے دل میں آیا کہ اس کی زکوٰۃ دیدوں گا، جلدی کی کیا ضرورت ہے، کیونکہ ابھی وہ مال فروخت ہی نہیں ہوا تھا، اور سال پورا ہونے میں وقت بھی باقی تھا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ نفع ختم ہو کر برائے نام رہ گیا، ان صاحب نے بیان کیا کہ میں نے اپنی نیت میں فتور کی یہ نحوست دیکھی،

اس سے ناظرین اندازہ کر سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی راہ میں خرچ کرنے والوں کی کس حیرت انگیز طریقہ پر مدد فرماتے ہیں، خود راقم الحروف کا دھلی کا مشاہدہ ہے کہ ایک دُکان میں آگ لگ گئی، برابر والی دُکان کا مالک ملازمین کو لے کر دُکان سے باہر نکل آیا، اور روپیہ پیسہ سب دُکان میں چھوڑ دیا، تھوڑی ہی دیر بعد آگ درمیان میں سے اُن کی دُکان کو چھوڑ کر برابر کی دُوسری دُکان میں پہونچ گئی، باہر کھڑے ہوئے لوگ تعجب سے خداوندِ قدّوس کی قدرت کا نظارہ آنکھوں سے دیکھتے رہے آگ ٹھنڈی ہو جانے کے بعد لوگوں نے اس دُکان کے مالک سے پوچھا تو اس نے اپنے ایمان کی پختگی کے ساتھ جواب دیا، بھائی میں اپنے مال کی پائی پائی کی زکوٰۃ ادا کرتا ہوں، میرا یہ پختہ عقیدہ ہے کہ میرے اس مال کا محافظ خدا ہے، جس کا مشاہدہ تم لوگوں نے اپنی آنکھوں سے کر لیا،

اسی طرح بعض احباب نے اور بھی اس قسم کے اپنے چشم دید واقعات مجھ سے بیان کئے، جن کے لکھنے کو دل چاہتا ہے، مگر کتاب کے طویل ہو جانے کے خوف سے بادلِ ناخواستہ ترک کر رہا ہوں، "عاقلاں را اشارہ کافیست" عقلمند آدمی کے لئے اشارہ بھی کافی ہے،

حضرت بشر حافیؒ سے زکوٰۃ و نماز کے متعلق طلباء کا سوال

سوال و جواب سے پہلے یہ بات بتلا دینا معلومات میں اضافہ کا سبب ہوگا کہ حضرت بشر حافیؒ امام احمد بن حنبلؒ کے زمانہ میں مشہور بزرگ گذرے ہیں، امام صاحب اتنے بڑے عالم اور امام ہونے کے باوجود انکی بڑی تعظیم کیا کرتے تھے، اس تعظیم کو دیکھ کر طلباء نے امام صاحب پر اعتراض کیا کہ آپ اتنے بڑے عالم اور امام ہوتے ہوئے بشر حافیؒ کی تعظیم کرتے ہیں، امام صاحبؒ نے طلباء کو جواب دیا کہ اُن کے مرتبہ سے تم لوگ واقف نہیں، میں کتاب کا علم رکھتا ہوں اور یہ صاحبِ کتاب کا،

طلباء یہ سُنکر خاموش ہو گئے، لیکن موقع پاکر بشر حافیؒ سے انھوں نے سوال کیا کہ اگر نماز میں کسی سے سہو ہو جائے تو کیا کرے؟

آپ نے جواب دیا ایسے غافل نفس کو سزا دینی چاہئے کہ خداوندِ قدّوس کے حضور میں سہو کیوں ہوا،

پھر دوسرے طالب علم نے سوال کیا، زکوٰۃ کب واجب ہوتی ہے؟

آپ نے جواب دیا کہ تم لوگوں کے نزدیک تو زکوٰۃ جب واجب ہوتی ہے جب مال نصاب کی مقدار کو پہونچ جائے اور اس پر پورا ایک سال گذر جائے، اور ہماری زکوٰۃ یہ ہے کہ ہمارے پاس جو کچھ ہو راہِ خدا میں لٹا دیں اور اس کے بعد اپنے نفس کو سزا بھی دیں کہ تو نے

اتنا جمع کیوں کیا،

اس کے بعد یہ معلوم کرنا چاہیے کہ زکوٰۃ ادا نہ کرنے کی عادت بد پیدا کیسے ہوتی ہے، تو غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے یہ مرض بخل سے پیدا ہوتا ہے، جس کی قرآن و حدیث میں مذمت آئی ہے، اس لئے بخل کے متعلق مختصر سا بیان کیا جاتا ہے، تاکہ ایسے لوگ اس سے عبرت حاصل کریں،

بخل کی مذمت قرآن و حدیث سے

زکوٰۃ نہ دینے کی عادتِ بد بخل سے پیدا ہوتی ہے، زکوٰۃ نہ دینا بڑی رُوحانی بیماری ہے، شریعت اور لوگوں کی نگاہ میں بخیل آدمی پسندیدہ نہیں سمجھا جاتا، اور ایسے شخص کو لوگ اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتے، قرآن پاک میں فرمایا گیا؛

وَمَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ (پ ۲۶ ع ۸)	"اور جو شخص بخل کرتا ہے تو وہ خود اپنے آپ سے بخل کرتا ہے"

یعنی جو انسان راہِ خدا میں خرچ کرنے میں بخل سے کام لیتا ہے تو اس میں خود اس کا ہی نقصان ہے، اور خرچ کرنے والے کا اپنا ہی فائدہ ہے، انسان دنیا میں جو کچھ خرچ کرتا ہے سمجھتا ہے وہ ختم ہوگیا، مگر حق تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ط (پ ۱۴، ع ۱۹)	"جو کچھ (دنیا میں) تمھارے پاس ہے وہ سب ختم ہو جائے گا، اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہے گا،"

شاہ عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں راہِ خدا میں خرچ کرنے کی جو تاکید سنتے ہو یہ نہ سمجھو کہ اللہ اور اس کا رسولؐ مانگتا ہے، نہیں، یہ تمھارے بھلے کو فرماتا ہے، پھر ایک کے ہزار پاؤ گے، ورنہ اللہ کو اور اس کے رسولؐ کو کیا پرواہ ہے،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ سے فرمایا؛

اَنْفِقْ يَا بِلَالُ وَلَا تَخْشَ مِنْ ذِي الْعَرْشِ اِقْلَالًا،

"اے بلالؓ! اللہ کی راہ میں خرچ کیا کر، اور عرش کے مالک کی طرف سے کمی کا خوف نہ کر"

یعنی اس کے خزانہ میں کوئی کمی نہیں، جو اس کی راہ میں صدقہ خیرات کرے گا خدا اس کو اور دے گا،

سیدنا عمر فاروقؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پانچ باتوں سے پناہ مانگا کرتے تھے؛

اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَعَوَّذُ مِنْ خَمْسٍ مِنَ الْبُخْلِ وَالْجُبْنِ	"نبی صلی اللہ علیہ وسلم پانچ چیزوں سے پناہ مانگا کرتے تھے بخل سے، بزدلی سے اور رذل کے

وَفِتْنَةِ الصَّدْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ وَسُوْءِ الْعَمَلِ، (مسند احمد)	فساد سے اور عذاب قبر سے اور بُری کاموں سے۔"

قرآن کریم کے علاوہ حدیثوں میں بھی بخیل اور زکوٰۃ نہ دینے والے شخص کا بہت بُرا انجام بتلایا گیا ہے، یہاں چند حدیثوں کا خلاصہ درج کیا جاتا ہے؛

(۱) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ بخیل آدمی جنت سے دُور اور لوگوں سے دور ہے مگر دوزخ سے قریب ہے (ترمذی)

(۲) حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بخیل شخص جنت میں نہیں جائیگا (طبرانی)

شیخ سعدی شیرازی علیہ الرحمہ کے اس شعر میں اسی حدیث کی ترجمانی کی گئی ہے ؎

بخیل اربود زاہد بحر و بر ؎ بہشتی نباشد بحکم خبر

یعنی بخیل آدمی دنیا بھر کی عبادت کرے مگر از روئے ارشادِ نبویؐ اس کو جنت میں دخول (اوّلی) نصیب نہ ہوگا،

کیونکہ دنیا میں کئے ہوئے گناہ کی سزا پالینے کے بعد تو ہر مسلمان کو جنت میں داخلہ نصیب ہو ہی جائیگا، اس لئے ہم نے اوّلی کی قید بڑھادی،

ان کے علاوہ اور بہت سی حدیثوں میں بخیل کی مذمت بیان

کی گئی ہے، اب کچھ حدیثیں زکوٰۃ نہ دینے کے عذاب کی بیان کی جاتی ہیں،

زکوٰۃ نہ دینے کا عذاب اور انجام

(۱) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:- "جہنم میں سب سے پہلے تین شخص داخل ہوں گے ان میں سے ایک شخص زکوٰۃ نہ دینے والا بھی ہوگا (طبرانی)

(۲) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو عورتوں کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن دیکھے تو آپؐ نے ان سے دریافت فرمایا؛ "تم ان کی زکوٰۃ دیتی ہو یا نہیں"؟ انھوں نے جواب دیا نہیں، آپؐ نے فرمایا کیا تم کو یہ پسند ہے کہ اس کے بدلہ میں تم کو (دوزخ) میں آگ کے کنگن پہنائے جائیں؟ انھوں نے جواب دیا نہیں، اس کے بعد آپؐ نے فرمایا تو ان کی زکوٰۃ دیا کرو (ترمذی)

(۳) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا؛ "جس مال کی زکوٰۃ نہ دی گئی ہو وہ (قیامت کے دن) سانپ بنا دیا جائے گا اور وہ سانپ ڈستا رہے گا، اور وہ سانپ گنجا بھی ہوگا (یہ حدیث اسی کتاب کے صفحہ ۳۰ پر مفصل گذر چکی ہے،

(۴) جو شخص سونے یا چاندی کی زکوٰۃ نہیں دیتا تو اس مال کی تختیاں

بنا کر قیامت کے دن اس کی پیشانی اور پہلوؤں کو داغا جائے گا، جب یہ تختیاں ٹھنڈی ہو جائیں گی تو پھر گرم کر لیا جائے گا، اور قیامت کے پچاس ہزار برس والے پورے دن اس کو اسی طرح عذاب ہوتا رہے گا (بخاری)

⑤ ایک مرتبہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "کعبہ کے رب کی قسم! سخت ٹوٹے اور نقصان میں ہیں" لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ کون لوگ ہیں، آپؐ نے جواب دیا "جس کے قبضہ میں میری جان ہے اس کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جو شخص اونٹ، گائے یا بکریاں چھوڑ کر مرا اور وہ ان کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا تھا تو قیامت میں یہ جانور لائے جائیں گے اور یہ جانور دنیا کے مقابلہ میں بہت فربہ ہوں گے، پھر یہ جانور اپنے سینگوں اور کھروں سے اُسے زخمی کرتے رہیں گے، یہاں تک کہ بندے حساب کتاب سے فارغ ہوں (یعنی پچاس ہزار سال کی مقدار) (بخاری، مسلم)

ان احادیث سے زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کا انجام بد اور عذاب دونوں پوری طرح واضح ہو جاتے ہیں،

ان کے علاوہ اور بہت سی حدیثوں میں زکوٰۃ ادا نہ کرنے پر وعید آئی ہے، جن کا مختصراً خلاصہ پیش کیا جاتا ہے،

⑥ زکوٰۃ میں تاخیر کرنے والا ملعون ہے ⑦ زکوٰۃ نہ دینے والے کی نماز بھی قبول نہیں ہوتی ⑧ جس مال میں زکوٰۃ کا مال ملا ہوا ہو (یعنی اس کی زکوٰۃ ادا نہ کی ہو) تو وہ مال تباہ ہو جاتا ہے ⑨ زکوٰۃ نہ دینے والا منافق ہے ⑩ پاک مال زکوٰۃ نہ دینے سے ناپاک ہو جاتا ہے، اور زکوٰۃ دینے سے پاک رہتا ہے ⑪ زکوٰۃ روک لینے سے قحط کی وبا اس طرح پھیلتی ہے جس طرح زنا سے وبا پھیلتی ہے،

قرآن وحدیث سے زکوٰۃ وصدقات کے فضائل واضح ہو جانے کے بعد یہ بیان کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ زکوٰۃ کے حکم سے پہلی اُمتیں بھی مستثنیٰ نہیں تھیں، اور ان کی شریعتوں میں بھی زکوٰۃ کا حکم تھا، جیسا کہ قرآن کریم کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے،

زکوٰۃ کا حکم اسلام سے پہلی شریعتوں میں

یہاں یہ بات بتلا دینا بھی مفید ہوگا کہ زکوٰۃ کا حکم پہلی شریعتوں میں بھی رہا ہے، اس سلسلہ میں قرآن پاک کی چند آیتیں ملاحظہ ہوں،

① وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّیْ مَعَكُمْ ؕ لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ	① اور اللہ تعالیٰ نے یوں فرمادیا کہ میں تمہارے پاس ہوں اگر تم نماز کی پابندی رکھو گے اور زکوٰۃ

بِرُسُلِیْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ ۭ (پ۶، ع۷)	ادا کرتے رہو گے اور میرے سب رسولوں پر ایمان لاتے رہو گے۔" (بیان القرآن)

اس آیتِ کریمہ میں پہلے بنی اسرائیل کے عہد و پیمان کا ذکر ہے کہ اگر انھوں نے اللہ سے کئے ہوئے اس عہد و میثاق کی پابندی کی تو اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اُن کے شاملِ حال ہوں گی، اس عہد و میثاق میں اقامتِ صلوٰۃ اور ادائے زکوٰۃ بھی شامل ہیں،

سورۂ مریم میں ہے :-

قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ ۭ اٰتٰنِیَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا ۙ وَّجَعَلَنِیْ مُبٰرَكًا اَیْنَ مَا كُنْتُ وَاَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَیًّا ۙ (پ۱۶، ع۵)	(۲) وہ (عیسیٰؑ) بول اٹھا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھ کو کتاب دی اور اس نے مجھ کو نبی بنایا، اور مجھ کو برکت والا بنایا، میں جہاں کہیں بھی ہوں، اور اس نے مجھ کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا جب تک میں زندہ رہوں۔" (بیان القرآن)

اس آیتِ کریمہ میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے کہ انھوں نے زمانۂ طفولیت میں گہوارہ میں لیٹے ہوئے یہ الفاظ ادا فرمائے جن میں نماز اور ادائے زکوٰۃ کا ذکر ہے، اس زمانہ میں نماز اور زکوٰۃ کی کیفیت

کیا تھی، یہ خدا جانے، بہرحال اتنا تو معلوم ہوگیا کہ نماز اور زکوٰۃ کا حکم اس زمانہ میں بھی تھا، اسی سورۃ میں سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام کے متعلق ارشاد ہے:

(۳) وَكَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهُ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ (پ ۱۶، ع ۶)

"اور (وہ) اپنے متعلقین کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم کرتے رہتے تھے"

سیدنا اسمٰعیلؑ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نورِ نظر فرزند ارجمند تھے، جن کو ذبیح اللہ بھی کہا جاتا ہے، جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اسمٰعیلؑ کی پشت میں پیدا ہوئے ہیں، سیدنا یعقوب علیہ السلام کے تذکرہ میں فرمایا گیا:

(۴) وَأَوْحَيْنَآ إِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَإِقَامَ الصَّلٰوةِ وَإِيتَآءَ الزَّكٰوةِ ۖ وَكَانُوا لَنَا عٰبِدِينَ ۝ (پ ۱۷، ع ۵)

"اور ہم نے ان[1] کے پاس نیک کاموں کے کرنے کا اور نماز کی پابندی کا اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم بھیجا، اور وہ ہماری عبادت کیا کرتے تھے"

ان سب آیات سے یہ بات پوری طرح سے واضح ہوجاتی ہے کہ اسلام سے پہلی شریعتوں میں بھی زکوٰۃ کا حکم تھا، البتہ طریقۂ ادا اور طریقۂ قبولیت میں فرق رہا ہے، جیسا کہ آگے اس کا بیان آرہا ہے،

---

[1] "ان کے پاس" سے مراد ہیں حضرت ابراہیم، حضرت لوط، حضرت اسحٰق اور حضرت یعقوب علیہم السلام ۱۲

اسلام سے پہلی شریعتوں میں نذر و نیاز اور صدقات کی قبولیت کا طریقہ

ابھی بیان کیا جا چکا ہے کہ اسلام سے پہلی شریعتوں میں بھی زکوٰۃ و صدقات کا حکم تھا، مگر طریقہ قبولیت ایسا تھا کہ اس مال سے کوئی شخص دنیاوی فائدہ حاصل نہیں کر سکتا تھا، بلکہ جس شخص کا صدقہ یا نذر و نیاز قبول نہیں ہوتی تھی وہ لوگوں میں ذلیل اور رسوا ہو جاتا تھا، اور لوگ اس کو حقیر نگاہوں سے دیکھنے لگتے تھے،

بلکہ قرآن کریم سے تو یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نذر و نیاز کا قبول نہ ہونا قتل تک کا سبب ہو جاتا تھا، جیسا کہ ابو البشر سیدنا آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں ہابیل و قابیل کے متعلق ہے:۔

اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ۭ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ ۭ (پ ۶، ع ۸)	"یعنی جبکہ دونوں (ہابیل و قابیل) نے ایک ایک نیاز پیش کی اور ان میں سے ایک کی قبول ہو گئی اور دوسرے کی مقبول نہ ہوئی وہ دوسرا (قابیل) ہابیل کو کہنے لگا کہ میں تجھ کو ضرور قتل کروں گا"

گویا جو حق اور سچائی پر ہوتا تھا تو اس کی نذر و نیاز کو آسمانی آگ آ کر

جلادیتی تھی، قابیل چونکہ حق پر نہ تھا اس لئے اس کی نذر قبول نہ ہوئی اس وجہ سے اسے شرمندگی ہوئی، اور اپنے بھائی ہابیل کو قتل کردیا، یہ دنیا میں سب سے پہلا قتل تھا، حدیث میں ہے کہ قیامت تک جتنے ناحق قتل ہوں گے، قاتل کو جتنا گناہ ہوگا اتنا ہی گناہ (قابیل) کے نامۂ اعمال میں لکھا جاتا رہے گا، کیونکہ وہ قتل کے سلسلہ کا بانی ہے،

مولانا تھانویؒ لکھتے ہیں، ہابیل تو ایک دُنبہ لایا اور قابیل چند خوشے کسی غلہ کے لایا، آسمان سے ایک آگ آئی، اور ہابیل کی نیاز کو کھا گئی، اس وقت قبولیت کی یہی علامت تھی، (بیان القرآن)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہود نے اسی بناء پر کہا تھا،

اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰی یَاْتِیَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْکُلُهُ النَّارُ ط

(پ ۴ ع ۱۰)

"کہ ہم کسی پیغمبر پر ایمان نہ لائیں گے جب تک ہمارے سامنے معجزہ نذر و نیاز خداوندی کا ظاہر نہ کرے کہ اس کو آگ کھا جاوے"

(بیان القرآن)

اس آیت کے ضمن میں شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "بعض رسولوں سے یہ معجزہ ظاہر ہوا تھا کہ قربانی یا اور کوئی چیز اللہ کے نام کی نیاز کی تو آسمان سے آگ آکر اس کو کھا گئی، یہ علامت تھی اس کے قبول ہونے کی،

مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہ فرماتے ہیں ؛

قربانی کے قبول ہونے یا نہ ہونے کی انبیائے سابقین کے عہد میں یہ پہچان تھی کہ جس قربانی کو اللہ تعالیٰ قبول فرماتے تو ایک آگ آسمان سے آکر اس کو جلا دیتی تھی، اور آسمان سے آگ آکر جلانے کا یہ خاص طریقہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک تک تمام انبیائے سابقین کے دور میں رہا،

مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی رحمہ اللہ لکھتے ہیں ؛

"توراۃ سے معلوم ہوتا ہے اس زمانہ میں قربانی (نذر کی) قبولیت کا یہ الہامی دستور تھا کہ نذر و قربانی کی چیز کسی بلند جگہ پر رکھدیجاتی اور آسمان سے آگ نمودار ہوکر اس کو جلا دیتی تھی (قصص القرآن ج ۱)

ان تحریروں سے یہ واضح ہوگیا کہ پہلی امتوں میں صدقات اور نذر و نیاز کی قبولیت کی یہ علامت تھی کہ آسمان سے آگ آکر جلادے تو قبول ورنہ نہیں،

زکوٰۃ و صدقات کے تفصیلی فضائل اس لئے بیان کئے گئے ہیں تاکہ مسلمان بھائی ان کو پڑھ کر سبق حاصل کریں، اور اندازہ کریں کہ خیر القرون کے مسلمان کتنے ذوق و شوق کے ساتھ راہِ خدا میں مال و دولت خرچ کیا کرتے تھے، اس سے صرف ایک ہی مقصد ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ اور جناب رسول اللہ علیہ وسلم کی رضا اور خوشنودی حاصل ہوجائے،

اگر مسلمان یہ مقصد حاصل کرنا چاہیں تو وہ راستہ اب بھی کھلا ہوا ہے، وہ یہ کہ ہم جو بھی نیک کام کریں یا زکوٰۃ وصدقات دیں تو ان ہدایات کی روشنی میں ہو جن کی قرآن پاک نے یا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رہنمائی فرمائی ہے،

اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ زکوٰۃ وصدقات کی قبولیت کے شرائط اور آداب بھی بیان کر دیئے جائیں، تاکہ اُن ہدایات کی روشنی میں ہم لوگ صدقات وخیرات کریں، تو قبولیت کا درجہ حاصل کریں، ناظرین کو چاہیئے ان ہدایات کو پڑھ کر اُن پر عمل کرنے کی کوشش کریں،

زکوٰۃ وصدقات کے شرائط اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں

زکوٰۃ، صدقہ، خیرات کے شرائط
قرآن وحدیث کی روشنی میں

اس سلسلہ میں سب سے پہلی بات تو یہ معلوم ہونی ضروری ہے کہ زکوٰۃ صدقہ واجبہ ہے، اور شریعت کی طرف سے اس کے مصارف مقرر کردہ ہیں، ان مصارف مقررہ کے علاوہ دوسری جگہ مالِ زکوٰۃ دینا جائز نہیں، اگر کسی نے ایسی جگہ زکوٰۃ دیدی تو ادا نہ ہوگی، ان مصارف کا بیان اسی کتاب کے صفحہ ۸۰ پر آرہا ہے،

چنانچہ زیاد بن حارثؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا:-

اَعْطِنِیْ مِنَ الصَّدَقَةِ،	"مجھے زکوٰۃ کے مال میں سے کچھ
فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى	مرحمت فرمایئے، رسول اللہ صلی اللہ
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ	علیہ وسلم نے اس شخص کو جواب دیا
لَمْ يَرْضَ بِحُكْمِ نَبِيٍّ وَّلَا	کہ اللہ تعالیٰ نے مصارفِ زکوٰۃ
غَيْرِهٖ فِي الصَّدَقَاتِ حَتّٰى حَكَمَ	کو نہ تو کسی نبی کی مرضی پر چھوڑا ہے
فَجَزَّاهَا ثَمَانِيَةَ اَجْزَاءٍ فَاِنْ	اور نہ کسی غیر نبی کی مرضی پر، بلکہ
كُنْتَ مِنْ تِلْكَ الْاَجْزَاءِ	خود ہی فیصلہ فرما دیا ہے، اور اُنکی

اَعْطَیْتُکَ، (ابوداؤد) آٹھ قسمیں کردی ہیں تم ان میں سے اگر کسی قسم میں شمار ہوتے ہو تو میں تم کو زکوٰۃ ادیدوں گا"

اِس حدیث سے معلوم ہوا کہ مصارفِ زکوٰۃ شریعت نے خود مقرر فرمادیئے ہیں، جیساکہ مستحقینِ زکوٰۃ کے بیان میں آرہا ہے،

البتہ صدقۂ نافلہ میں شریعت نے وسعت رکھی ہے، بلکہ زکوٰۃ تو ایسا صدقہ واجبہ ہے کہ جو صاحبِ نصاب ہو اور نصاب کے مال پر پورا سال گذر جائے تب اس پر چالیسواں حصہ واجب ہوتا ہے،

اور صدقۂ نافلہ ایسی عبادت ہے کہ اس میں امیر و غریب کا امتیاز نہیں، بلکہ زکوٰۃ کی طرح مال اور روپیہ پیسہ دینا بھی شرط نہیں نہ سال گزرنے کی شرط ہے نہ صاحبِ نصاب ہونا شرط ہے،

یہ بھی حق تعالیٰ کا اپنے بندوں پر احسان اور انعام ہے کہ ہر شخص اپنی حیثیت و ہمت کے مطابق جو چیز چاہے خرچ کرکے انعامِ خداوندی اور ثواب کا مستحق بن سکتا ہے،

ایک غلط فہمی کا ازالہ

بہت سے حضرات اس غلط فہمی کا شکار ہیں کہ صدقہ کا ثواب صرف روپیہ پیسہ خرچ کرکے ہی حاصل کیا جاسکتا ہے، یہ خیال غلط ہے بلکہ ایک غریب اور مفلس شخص اگر ثواب حاصل کرنا چاہے تو ایسے

شخص کے لئے شریعت نے بہت زیادہ سہولت اور آسانیاں رکھ دی ہیں،

ایک روایت میں ہے کہ حضور سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر مسلمان پر صدقہ لازم ہے، صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر کسی کے پاس صدقہ کرنے کی کوئی چیز ہی نہ ہو تو وہ کیا کرے؟

آپؐ نے فرمایا (ایسا شخص) اپنے دست و بازو سے محنت کرکے کمائے اور اس سے خود بھی فائدہ اٹھائے اور (اس میں سے) صدقہ بھی کرے،

صحابہؓ نے پھر عرض کیا اگر کوئی قوتِ بازو سے کمانے کی بھی طاقت نہ رکھتا ہو تو وہ کیا کرے؟

آپؐ نے فرمایا (ایسا شخص) کسی پریشان حال اور محتاج کا کوئی کام کرکے اس کی مدد کردے (یہ بھی صدقہ میں شمار ہے)

صحابہؓ نے پھر عرض کیا اگر کوئی یہ بھی نہ کرسکے؟

تو آپؐ نے فرمایا، اپنی زبان سے ہی لوگوں کو بھلائی اور نیکی کی طرف دعوت دے (یہ بھی ایک قسم کا صدقہ ہی ہے)

صحابہؓ نے عرض کیا اگر کوئی یہ بھی نہ کرسکے؟

تو آپؐ نے فرمایا (کم از کم) لوگوں کو اپنے شر سے ہی

محفوظ رکھے (بخاری، مسلم)

یعنی اس کا اہتمام رکھے کہ کسی کو اپنی زبان یا ہاتھ یا کسی اور طریقہ سے تکلیف نہ پہونچائے، جیساکہ دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا گیا:

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ (بخاری)	"مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے ایذا سے دوسرا مسلمان محفوظ رہے"

صدقہ کیمتعلق امام غزالیؒ کا قول

امام صاحبؒ فرماتے ہیں:

یہ نہ سمجھو کہ صدقہ مال خرچ کرنے ہی میں منحصر ہے، بلکہ اپنی عزت وجاہ وآرام وآسائش، قول وفعل غرض جس پر بھی تم کو قدرت ہو اس کو اللہ کے نام پر خرچ کرو، مثلاً بیمار پرسی کرنا، جنازہ کے ساتھ جانا اور حاجت کے وقت محتاج کی مدد کر دینا، مثلاً کسی مزدور کا بوجھ بٹا لینا یا سہارا لگا دینا یا سعی وسفارش سے کسی کا کام نکلوا دینا اور نیک بات کہنا، یعنی ہمت بندھانا، ڈھارس دلانا وغیرہ یہ سب امور صدقہ ہی شمار ہوتے ہیں، اور یہ ایسے صدقات ہیں جن کے لئے مالدار ہونے کی ضرورت نہیں ہے (تبلیغ دین)

زکوٰۃ وصدقات ادا کرنے کے آداب

قرآن وحدیث کی روشنی میں

قرآن وحدیث کی روشنی میں ایک مسلمان کے لئے یہ بات لازمی اور بے حد ضروری ہے کہ زکوٰۃ وصدقات ادا کرتے وقت اُن آداب کا لحاظ اور خیال رکھے جن کی اسلام نے تعلیم دی ہے تاکہ زکوٰۃ و صدقات میں جو روپیہ صرف کرے وہ درجۂ قبولیت حاصل کرکے نجاتِ اُخروی رضائے خداوندی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا ذریعہ ثابت ہو، اس لئے ان آداب کا بیان کیا جاتا ہے جن کی طرف شریعت نے رہنمائی کی ہے،

پہلا ادب

نیت میں اخلاص ہو

زکوٰۃ وصدقات بلکہ ہر نیک کام میں سب سے پہلی شرط اور ادب یہ ہے کہ انسان اپنی نیت خالص رکھے اور مقصد تعمیل حکم خداوندی اور رضائے الٰہی ہو، قرآن پاک میں فرمایا گیا،

وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ	"اور جو کچھ تم خرچ کرتے ہو اپنے

وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ ط (پ ۳ ع ۵)
(پ ۳، ع ۵)

فائدہ کیلئے کرتے ہو اور تم کسی غرض سے خرچ نہیں کرتے بجز رضا جوئی ذاتِ پاک حق تعالیٰ کے"

یعنی نیت میں اخلاص بھی اصل میں تمہارے فائدے اور نفع کے لئے ہے وہ نفع اور فائدہ رضائے مولیٰ ہے،

پھر یہ بھی ہے کہ عمل بھی حق تعالیٰ کے یہاں وہی مقبول ہوتا ہے جس میں نیت خالص ہو، حدیث میں فرمایا گیا؛

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّتِ ط
(بخاری، مسلم)

"کہ اعمال (کی قبولیت کا مدار) نیتوں کے اخلاص پر ہے"

جو شخص اپنا مال خلوصِ نیت کے ساتھ اللہ کی راہ میں صرف کرے اس کے متعلق فرمایا گیا؛

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۢ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ط
(پ ۳، ع ۴)

"اور ان لوگوں کے خرچ کئے ہوئے مال کی حالت جو اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہیں اللہ کی رضا جوئی کی غرض سے اور اس غرض سے کہ اپنی نفسوں میں پختگی پیدا کریں مثل اس باغ کی حالت کے ہے جو کسی ٹیلہ پر ہو کہ اس پر زور کی بارش برسی پھر وہ دوگنا پھل لایا"

دوسرا ادب ۲
مال حلال اور طیّب ہو

دوسرا ادب اور شرط یہ ہے کہ جو کچھ راہِ خدا میں خرچ کیا جائے وہ مال حلال اور طیّب ہو، ارشادِ خداوندی ہے:۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا کَسَبْتُمْ ط (پ ۳ ع ۵)	"اے ایمان والو خرچ کیا کرو عمدہ چیز کو اپنی کمائی سے (بیان القرآن)

یعنی زکوٰۃ وصدقہ مقبول ہونے کی یہ بھی شرط ہے کہ مال حلال کمائی کا ہو، حرام یا مشتبہ مال نہ ہو (فوائد شیخ الہندؒ) کیونکہ مالِ حلال کو دعا کی قبولیت میں بڑا دخل ہے،

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

اَلرَّجُلُ یُطِیْلُ السَّفَرَ اَشْعَثَ اَغْبَرَ یَمُدُّ یَدَیْہِ اِلَی السَّمَآءِ یَارَبِّ یَارَبِّ وَمَطْعَمُہٗ حَرَامٌ وَمَشْرَبُہٗ حَرَامٌ وَمَلْبَسُہٗ حَرَامٌ وَ غُذِیَ بِالْحَرَامِ فَاَنّٰی	"آدمی طویل سفر کرتا ہے، پراگندہ بال اور غبار آلود ہاتھ یارب یارب کہتے ہوئے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھاتا ہے، درانحالیکہ اس کا کھانا حرام کا، پینا حرام کا، بدن کا لباس حرام کا، اور غذا حرام کی، ایسی

یُسْتَجَابُ لَہٗ (مسلم) | حالت میں اسکی دُعا کیسے قبول ہو"

اس تشریح کے بعد ہم لوگ ذرا اس پر غور کریں کہ اگر کوئی ہمیں خراب اور ردّی چیز دے تو کتنا رنج اور تکلیف ہوتی ہے، پھر خدا کو دیئے ہوئے مال میں سے اس کی راہ میں خراب مال دینا یہ کتنی ناشکری اور بے ادبی کی بات ہے،

تیسرا ادب

راہِ خدا میں وہ مال دیں جو خود کو پسند اور محبوب ہو

تیسرا ادب اور شرط یہ بتلائی گئی کہ زکوٰۃ وصدقہ میں وہ مال دے جو خود کو پسند اور محبوب ہو، جیسا کہ قرآن پاک میں فرمایا گیا،

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۝ (پ ۴، ع ۱) | "ہرگز حاصل نہ کرسکو گے نیکی میں کمال جب تک نہ خرچ کرو اپنی پسند کی چیز میں سے کچھ"

یعنی جتنی محبوب اور پیاری چیز جس قدر اخلاص و محبت اور حُسنِ نیت سے راہِ خدا میں خرچ کروگے اسی کے مطابق خدا تعالےٰ کے یہاں سے بدلہ ملنے کی امید رکھو،

شاہ عبدالقادر صاحب محدّث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:-

"جس چیز سے بہت دل لگا ہو اس کے خرچ کرنے کا بڑا درجہ ہے"

اس آیت کے ضمن میں حضرت ابوطلحہؓ کا واقعہ بیرحاء اسی کتاب میں حصہ اوّل کے صفحہ ۵۰ پر مفصل بیان کیا جا چکا ہے؛

چوتھا ادب

زکوٰۃ وصدقات دے کر احسان نہ جتلائے

چوتھا ادب یہ بتلایا گیا کہ جس شخص کو زکوٰۃ وصدقہ دے اس پر احسان نہ جتائے، ارشادِ خداوندی ہے:-

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى، (پ۳، ع۴)	"اے ایمان والو مت ضائع کرو اپنی خیرات احسان رکھ کر اور ایذا دے کر"

یعنی صدقہ دے کر محتاج کو ستانے اور اس پر احسان رکھنے سے صدقہ کا ثواب جاتا رہتا ہے،

حدیث میں ہے کسی کو کوئی چیز دینے کے بعد احسان جتانیوالا جنت میں نہ جائے گا،

اور پھر یہ بھی بات ہے کہ اس قسم کی باتوں سے غریب محتاج کو تکلیف بھی ہوتی ہے، اور دل کو ٹھیس لگتی ہے، اس سے بچنا چاہیئے، بلکہ ایسے شخص کو تو اس پر عمل پیرا ہونا چاہیئے، جیسا اسی رکوع میں فرمایا گیا:- (اگلے صفحہ پر دیکھئے)

اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ثُمَّ لَا یُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًی لَّھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝

(پ ۳، ع ۴)

جو لوگ خرچ کرتے ہیں اپنے مال اللہ کی راہ میں، پھر خرچ کرنے کے بعد نہ احسان رکھتے ہیں اور نہ ستاتے ہیں، انہی کے لئے ہے ثواب اُن کا اپنے رب کے یہاں، اور نہ ڈر ہے اُن پر اور نہ غمگین ہوں گے۔

(ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ)

یعنی جو لوگ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور خرچ کرنے پر نہ زبان سے احسان رکھتے ہیں اور نہ ستاتے ہیں طعن و تشنیع سے، اور نہ خدمت لینے سے اور نہ تحقیر کرنے سے، انہی کے لئے ہے ثواب کامل، اور نہ ڈر ہے اُن کو ثواب کم ہونے کا اور نہ غمگین ہوں گے ثواب کے نقصان سے،

پانچواں ادب

زکوٰۃ و صدقات خفیہ طریقہ پر دینا بہتر ہے

نام و نمود ریاء اور دکھلاوے کی رُوحانی بیماریوں سے بچنے کے لئے قرآن پاک نے اس ادب کی بھی تعلیم دی،

اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِیَ ۚ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ ؕ وَیُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَیِّاٰتِكُمْ ؕ (پ ۳، ع ۵)	"اگر تم ظاہر کر کے دو صدقات کو تب بھی اچھی بات ہے اور اگر ان کا اخفا کرو اور فقیروں کو دیدو تو یہ اخفا تمھارے لئے زیادہ بہتر ہے اور یہ تمھاری کچھ برائیوں کا کفارہ کردیگا"

یہ آیت صدقاتِ واجبہ اور نفل سب کو شامل ہے، اور سب صدقات میں اخفا ہی افضل ہے، اس میں دینی مصلحت بھی ہے کہ ریا سے اَبعد ہے لینے والا بھی نہیں شرماتا، اور دنیوی مصلحت بھی ہے کہ اپنے مال کی مقدار عام لوگوں پر ظاہر نہیں ہوتی، (بیان القرآن)

امام غزالیؒ کے نزدیک چھپا کر خیرات کرنے میں حکمت

امام غزالیؒ چھپا کر خیرات کر دینے کے مصالح بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: حدیث میں آیا ہے کہ چھپا کر خیرات دینا پروردگار کے غصّہ کو بجھاتا ہے، اور جو مسلمان اپنے دائیں ہاتھ سے اس طرح خیرات کرے کہ بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہ ہو تو ایسے شخص کا اُن سات بندوں کے ساتھ حشر ہوگا جن پر حق تعالیٰ قیامت کے دن عرش کا سایہ فرمائے گا، جبکہ اسکے عرش کے سایہ کے سوا کہیں سایہ نہ ہوگا، اور اس میں حکمت یہ ہے کہ صدقہ سے مقصود بخل کی بدخصلت کو دُور کرنا ہے، چونکہ ظاہر کر کے

دینے میں ریاء کے خطرناک رُوحانی مرض کا اندیشہ ہے، اس لئے چھپاکر دینے کے سبب ریاء سے نجات مل جائے گی، (تبلیغ دین)

لیکن چھپاکر دینے کا مطلب کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ ظاہر کرکے دینا جائز ہی نہیں، ویسے دونوں طریقے جائز ہیں، یعنی اگر چھپاکر دینا مناسب ہو تو چھپاکر دیدے، کبھی ظاہر کرکے دینا بھی مفید ہوتا ہے، مثلاً ایک شخص بڑا ہی حاجتمند ہے اگر اور لوگوں کے سامنے اس کی اعانت کریں تو دوسرے لوگ بھی ہماری وجہ سے اس کی امداد کریں گے تو ایسی صورت میں ظاہر کرکے دینا بھی جائز بلکہ بہتر ہے، اس صورت میں یعنی ظاہر کرکے دینے والا اَلدَّالُّ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِہٖ کا مصداق ہوگا، یعنی بھلائی اور نیکی کی طرف لوگوں کو بُلانے والے کو کرنے والے کے برابر ثواب ملے گا، جس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر کسی کی ترغیب پر کوئی نیک کام کرنے لگے تو جتنا ثواب کرنے والے کو ملے گا اتنا ہی ثواب ترغیب دینے والے کو بھی ملے گا،

اہلِ خیر مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اپنے اموال راہ خدا میں دیتے وقت ان بیان کردہ آداب کا لحاظ رکھیں، اور زکوٰۃ ادا کرتے وقت تو خصوصیت سے خیال رکھ کر ایسے لوگوں کو دیں جن کو شریعت نے اس کا مستحق قرار دیا ہے، جیساکہ قرآن پاک پارہ نمبر ۱۰ کی آیت کے ضمن میں آگے بیان آرہا ہے،

زکوٰۃ کے مستحق کون لوگ ہیں

قرآن مجید میں آٹھ قسم کے لوگ مستحق زکوٰۃ بتلائے گئے ہیں ارشادِ خداوندی ہے:-

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ط	"صدقات (زکوٰۃ) تو صرف حق ہی غریبوں کا اور محتاجوں کا، اور جو کارکن ان صدقات (کی وصولی) پر متعین ہیں، اور جن کی دل جوئی کرنا ہے اور غلاموں کی گردن چھڑانے میں اور قرضداروں کے قرضہ (ادا کرنے) میں اور جہاد میں اور مسافروں میں"
پ ۱۰ ع ۱۳	

مذکورہ آیتِ کریمہ سے معلوم ہوا کہ صدقات (زکوٰۃ) کی تقسیم کے مصارف خداوند کریم نے خود مقرر فرما دیئے ہیں، اور ان کی فہرست جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں دیدی ہے، جیسا کہ زیاد بن حارث رضؓ کی حدیث صفحہ ۶۸ پر گذر چکی ہے،

فائدہ: صدقات کے ضمن میں یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہیئے کہ قرآن مجید میں مطلق لفظ صدقہ سے صدقاتِ فرض مراد

ہوتے ہیں اور حدیث میں یہ لفظ ہر نیک کام کے لئے استعمال ہوا ہے، (معارف القرآن)

ان آٹھ مستحقین کی مختصر تشریح یہ ہے:-

(۱) فقراء: جن کے پاس کچھ نہ ہو،

(۲) مساکین: جن کو بقدر حاجت میسر نہ ہو،

(۳) عاملین: جو لوگ اسلامی حکومت کی طرف سے تحصیل صدقات وغیرہ کے کاموں پر مامور ہوں،

(۴) مؤلفۃ القلوب: جن کے اسلام لانے کی امید ہو یا اسلام میں کمزور ہوں، اکثر علماء کے نزدیک حضورؐ کی وفات کے بعد یہ مد نہیں رہی،

(۵) رقاب: یعنی غلاموں کا بدلِ کتابت ادا کر کے آزادی دلائی جائے یا خرید کر آزاد کئے جائیں یا اسیروں کو فدیہ دیکر رہا کرایا جائے،

(۶) غارمین: جن پر کوئی حادثہ پڑا ہو اور مقروض ہو گئے، یا کسی کی ضمانت وغیرہ کے بار میں دب گئے،

(۷) سبیل اللہ: جہاد وغیرہ میں جانے والے مجاہدین،

(۸) ابن السبیل: ایسا مسافر جو حالتِ سفر میں صاحبِ نصاب ہو گو مکان پر دولت رکھتا ہو،

حنفیہ کے یہاں ہر صورت میں تملیک ضروری ہے اور فقر شرط ہے۔ (فتح القدیر)

مسئلہ تملیک کی وضاحت

ادائیگی زکوٰۃ کے مسئلہ میں بہت سے حضرات اپنی ناواقفیت کی وجہ سے غلطی کر جاتے ہیں، اور بہت سے دھوکہ بھی کھا جاتے ہیں، اس لئے موقع کی مناسبت سے مسئلہ تملیک کی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے،

جن آٹھ مصارف کا ابھی بیان کیا گیا ہے زکوٰۃ کی ادائیگی کی یہ شرط ہے کہ ان میں سے جس کو بھی زکوٰۃ دی جائے اس کو مالِ زکوٰۃ کا مالک بنا دیا جائے، بغیر مالکانہ قبضہ دیئے اگر کوئی مال انہی لوگوں کے فائدہ کے لئے خرچ کر دیا گیا تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی،

اسی وجہ سے ائمہ اربعہ اور جمہور فقہاء امت اس پر متفق ہیں کہ زکوٰۃ کی رقم مساجد یا مدارس یا شفاخانے یا یتیم خانے کی تعمیر میں یا اسی قسم کی دوسری ضروریات میں صرف کرنا جائز نہیں،

اگرچہ ان تمام چیزوں سے فائدہ اُن فقراء اور دوسرے حضرات کو پہونچتا ہے جو مصرفِ زکوٰۃ ہیں مگر ان کا مالکانہ قبضہ اُن چیزوں پر نہ ہونے کے سبب زکوٰۃ اس سے ادا نہیں ہوتی،

مسئلہ تملیک کی دلیل

ملک العلماء نے بدائع میں ادائگی زکوٰۃ کے لئے شرطِ تملیک کی یہ دلیل دی ہے کہ قرآن کریم میں عموماً زکوٰۃ اور صدقات واجبہ کا حکم لفظ ایتاء کے ساتھ آیا ہے، جیسے اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ ۰ وَاِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَآءِ الزَّکٰوۃِ ۰ وَاٰتُوْا حَقَّہٗ یَوْمَ حَصَادِہٖ وغیرہ،

اور لفظ ایتاء لغت میں عطا کرنے کے معنی میں آتا ہے، امام راغب اصفہانیؒ نے مفردات القرآن میں فرمایا: والایتاء الاعطاء وخص وضع الصدقۃ فی القرآن بالایتاء،

"یعنی ایتاء کے معنی عطا فرمانے کے ہیں، اور قرآن کریم میں صدقہ واجبہ ادا کرنے کو ایتاء کے لفظ کے ساتھ مخصوص فرمایا ہے"

اور علاوہ زکوٰۃ وصدقات کے بھی لفظ ایتاء قرآن کریم میں مالک بنا دینے ہی کے لئے استعمال ہوا ہے، مثلاً

وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِھِنَّ "یعنی دیدو عورتوں کو ان کے مہر" ظاہر ہے کہ مہر کی ادائیگی جب ہی تسلیم ہوتی ہے جب رقم مہر پر عورت کو مالکانہ قبضہ دیدے (معارف القرآن) اس تشریح سے مسئلہ تملیک بالکل واضح ہو جاتا ہے

رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینا

قرآن کریم میں جو مصارفِ زکوٰۃ بیان کئے گئے ہیں ان کے علاوہ دوسرے لوگوں کو بھی زکوٰۃ وصدقات کے مال سے امداد کرنا جائز ہے، قرآن پاک میں فرمایا گیا، وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ ۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ رشتہ داروں کا بھی حق ہے، البتہ بعض رشتہ دار ایسے ہیں کہ ان کو مالِ زکوٰۃ سے امداد دینی جائز نہیں جیسا کہ اسی کتاب کے حصہ دوم میں ان کا بیان آرہا ہے،

بلکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رشتہ دار کی امداد میں دُوگنا ثواب بیان فرمایا ہے:-

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلصَّدَقَةُ عَلَى الْمِسْكِيْنِ صَدَقَةٌ وَعَلٰى ذِي الرَّحِمِ ثِنْتَانِ صَدَقَةٌ وَّصِلَةٌ ،

(ترمذی، نسائی، ابن ماجة)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کسی اجنبی مسکین کو صدقہ دینا صرف صدقہ ہے اور اپنے عزیز رشتہ دار (مستحق) کو اللہ کیلئے دینے میں دو طرح کا ثواب ہے، ایک صدقہ کا دوسرے صلہ رحمی کرنے کا"!

حدیثوں کے علاوہ قرآن پاک میں کئی جگہ رشتہ داروں کی اعانت کا حکم دیا گیا ہے، چند آیتیں ملاحظہ فرمائیں،

وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّذِي الْقُرْبٰى (پ۱، ع۱۰) (۱)	"اور سلوک کرتے رہا کرو اپنے والدین اور رشتہ داروں کے ساتھ"
وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى (پ۲، ع۶) (۲)	"اور دے مال اللہ کی محبت میں اپنے رشتہ داروں کو"
وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى، (پ۵، ع۷) (۳)	"اور بندگی کرو اللہ کی اور شریک نہ کرو اس کا کسی کو، اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو اور قرابت والوں کے ساتھ"
فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ، (پ۲۱، ع۷) (۴)	"پھر قرابت دار کو اس کا حق دیا کرو"

ان آیات سے ہر سمجھدار شخص بآسانی یہ فیصلہ کر سکتا ہے کہ اسلام نے اپنے عزیز و اقارب کے ساتھ صلۂ رحمی کو کتنی اہمیت دی ہے،

اب رہا یہ مسئلہ کہ کن رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینی جائز ہے کن کو ناجائز، یہ مسائل حصہ دوم میں ملاحظہ فرمائیں،

علم دین حاصل کرنیوالے مستحق طلبا کو زکوٰۃ دینا

اسی طرح زکوٰۃ وصدقات کے مستحق اسلامی مدارس میں علم دین حاصل کرنے والے طلبا بھی ہیں، جیسا کہ قرآن پاک میں فرمایا گیا،

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ۚ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ۚ لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ۗ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ۝ (پ۳، ع۵)

"(صدقات) اصل حق اُن حاجتمندوں کا ہے جو مقید ہو گئے ہوں اللہ کی راہ (یعنی خدمتِ دین) میں اور وہ لوگ (طلب معاش کے لئے) کہیں چلنے پھرنے کا (عادۃً) امکان نہیں رکھتے (اور) ناواقف اُن کو تونگر خیال کرتا ہے، اُن کے سوال نہ کرنے کے سبب (البتہ) تم ان کو ان کے طرز سے پہچان سکتے ہو (کہ فقر وفاقہ سے چہرہ پر اثر ضرور پڑ جاتا ہے) وہ لوگوں سے لپٹ کر مانگتے نہیں، اور (ان کی خدمت کرنے کو) جو مال خرچ کرو گے وہ بیشک اللہ کو معلوم ہے"

(بیان القرآن)

یعنی ایسے لوگوں کو دینا بڑا ثواب ہے جو اللہ کی راہ اور اس کے دین

کے کام میں مقید ہو کر چلنے پھرنے، کھانے کمانے سے رُک رہے ہیں، اور کسی پر اپنی حاجت ظاہر نہیں کرتے، جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اصحابِ صُفّہ گھر بار چھوڑ کر دین سیکھنے اور مفسدین فتنہ پردازوں (کفار) پر جہاد کرنے کے لئے پڑے رہتے تھے، اسی طرح اب بھی جو کوئی قرآن حفظ کرے یا علمِ دین حاصل کرنے میں مشغول ہو تو لوگوں (مسلمانوں) کو لازم ہے کہ ان کی مدد کریں (فوائد شیخ الہندؒ)

گویا اس آیتِ کریمہ سے معلوم ہوا کہ علم دین حاصل کرنے والے طلباء بھی صدقات و زکوٰۃ کے مستحق ہیں،

حکیم الامت مولانا تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:۔

"ہمارے مُلک میں اس آیت کے مصداق سب سے زیادہ وہ حضرات ہیں جو علوم دینیہ کی اشاعت میں مشغول ہیں پس اس بناء پر سب سے اچھا مصرف طالب علم ٹھیرے"

علمِ دین حاصل کرنیوالے طلباء پر اعتراض اور اس کا جواب

بعض ناتجربہ کار یہ اعتراض کر دیتے ہیں کہ ان سے کمایا نہیں جاتا اس کا جواب قرآن ہی میں دیدیا گیا، جس کا حاصل یہ ہے کہ ایک شخص ایسے دو کام نہیں کر سکتا جن میں سے ایک میں یا دونوں میں پوری مشغولی کی ضرورت ہو،

اور جس کو علمِ دین کا کچھ مذاق ہوگا وہ مشاہدہ سے سمجھ سکتا ہے کہ اس (علمِ دین) میں غایت مشغولی اور انہماک کی ضرورت ہے، اس لئے اسکے ساتھ اکتسابِ مال کا شغل جمع نہیں ہو سکتا، اور اس کے کرنے سے علمِ دین کی خدمت ناتمام رہ جاتی ہے (بیان القرآن)

خلاصہ یہ ہوا کہ اسلامی مدارس کے اور نادار طلباء کی امداد کرنے اور زکوٰۃ دینے میں دُوگنا اجر و ثواب ہے، ایک زکوٰۃ ادا کرنے کا، دوسرے اسلامی تعلیم کی اعانت و امداد کا، لیکن زکوٰۃ دینے سے پہلے یہ اطمینان کر لینا چاہیے کہ مدرسہ اور اس کے منتظمین کیسے ہیں،

علمِ دین حاصل کرنیوالے طلباء پر خرچ کرنیکا بہترین طریقہ

چونکہ مدرسہ کے طلباء کے حالات سے ہر شخص واقف نہیں ہوتا، اس لئے جب منتظمین کا پوری طرح علم ہو جائے کہ وہ نیک، مخلص و امین ہیں، اور زکوٰۃ کی رقم مستحق طلباء پر صرف کریں گے، تو ایسے مدرسہ میں زکوٰۃ دی جائے،

ایسے مدارس کے مہتمم و ناظم زکوٰۃ کی یہ رقم ان طلباء پر صرف کرتے ہیں جو اس کے جائز مستحق ہوتے ہیں، اور مدرسہ کے مہتمم زکوٰۃ کا روپیہ صرف کرنے میں وکیل ہوتے ہیں، جیسے آپ کسی کو زکوٰۃ کا روپیہ دیکر اپنی طرف سے وکیل بنا دیں کہ یہ روپیہ کسی مستحق کو دیدیا،

واقعہ یہ ہے کہ زکوٰۃ کا روپیہ اگر صحیح طریقہ پر خرچ کیا جائے تو قوم کی غربت و مفلسی، فراخی اور خوش حالی میں تبدیل ہو جائے، جیسا کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور عمر بن عبدالعزیزؒ کے زمانۂ خلافت کے بیشمار واقعات تاریخ کی کتابوں میں محفوظ ہیں،

چند واقعات بطورِ نمونہ ہم اپنی اس کتاب میں درج کرتے ہیں، جن سے اندازہ ہوگا کہ اُس زمانہ کی اسلامی حکومت کے امراء اور حکّام کتنی ذمّہ داری کے ساتھ اپنے فرائض انجام دیا کرتے تھے،

حضرت عمر فاروقؓ کا زمانۂ خلافت اور رعایا کی خوشحالی

سیدنا عمر فاروقؓ کا زمانۂ خلافت جو مثالی حیثیت رکھتا ہے، اس کے نہ صرف یہ کہ اپنے بلکہ اغیار اور دشمنانِ اسلام بھی معترف ہیں، اور نہ صرف معترف بلکہ سنہ ۱۹۳۵ء کی بات ہے (جس کو زیادہ عرصہ نہیں گذرا) ہندوستان کے ایک ہندو لیڈر نے اپنی قوم اور جماعت کے وزراء کو خلفائے اسلام خصوصاً ابوبکرؓ اور عمر فاروقؓ کے نقشِ قدم پر چلنے کی تلقین کی تھی،

واقعہ یہ ہے کہ آپ کے زمانۂ خلافت کا آجکل کی بڑی سے بڑی متمدن اور ترقی یافتہ حکومت بھی مقابلہ نہیں کر سکتی،

اس کتاب کی مناسبت سے آپ کے زمانۂ خلافت کا ہم صرف

ایک واقعہ درج کرتے ہیں، وہ یہ کہ آپ نے بہت سی اصلاحات فرمائیں، ان میں سے ایک بیت المال کا قیام بھی ہے، جس کا مقصد قوم کی فلاح وبہبود اور ملک کی ترقی وخوش حالی تھا۔

چنانچہ آپ نے بیت المال سے لوگوں کے سالانہ وظیفے مقرر کئے ہوئے تھے، تاکہ سب امن چین سے زندگی بسر کریں، ان وظائف سے عورت، مرد، بچے، بوڑھے، بیوہ عورتیں، یتامیٰ اور مساکین حسب حیثیت اور حسب درجہ فیضیاب ہوتے تھے،

چنانچہ جنگ بدر میں شریک مجاہدین کے پانچ پانچ ہزار درہم سالانہ
اہل حدیبیہ کے " " چار چار ہزار درہم سالانہ
قادسیہ اور اہل شام کے " دو دو ہزار درہم سالانہ

اور ان کے بعد والوں کے ایک ایک ہزار درہم سالانہ اسی طرح اہل قادسیہ کی عورتوں کے دو دو سو درہم سالانہ کے حساب سے، اور بچوں کے سو سو درہم مقرر کئے ہوئے تھے، (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "الفاروق" علامہ شبلیؒ)

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے زمانہ خلافت میں فارغ البالی

آپ کا زمانہ خلافت بھی قابل رشک تھا، عدل وانصاف کا دور دورہ تھا، اسی لئے آپ کو عمر ثانی بھی کہتے ہیں، آپ کے دور خلافت

میں بھیڑیا اور بکریاں ایک جگہ پانی پیا کرتے تھے، مالک بن دینارؒ بیان کرتے ہیں کہ جب آپ خلیفہ مقرر ہوگئے تو چرواہے تعجب سے پوچھنے لگے کہ اب کون اللہ والا خلیفہ مقرر ہوا ہے کہ ہماری بکریوں کے ساتھ مل کر بھیڑیے پانی پیتے ہیں اور بھیڑیا بکری کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا،

آپ نے افریقہ کی طرف یحیی بن سعیدؒ کو صدقات و زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے بھیجا تو انھوں نے لوگوں سے صدقات وصول کر کے مستحق فقراء کی تلاش شروع کی تاکہ صدقہ کے مال کو فقراء اور مستحق لوگوں پر صرف کیا جا سکے تو ایک شخص بھی ایسا نہیں ملا جو صدقہ کا مال لینے پر آمادہ ہو کیونکہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے تمام لوگوں کو غنی کر دیا تھا،

اس واقعہ سے یہ بھی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اس زمانہ کے لوگ کتنے سچے اور پکے مسلمان تھے کہ انھوں نے خود کو غیر مستحق سمجھ کر صدقات لینے سے انکار کر دیا، برخلاف ہمارے زمانہ کے پیشہ ور لوگوں کے کہ انکی بڑی بڑی عمارتیں کھڑی ہیں، پھر بھی زکوٰۃ و صدقات کا اپنے آپ کو مستحق ظاہر کر کے مستحق لوگوں کا حق کھا جاتے ہیں، آج کے اس دورِ فتنہ و فساد میں ایسے ہی حکمرانوں کی ضرورت ہے، جن کے دل خوفِ خدا اور خوفِ آخرت سے بھرپور ہوں، اگر دن میں کارہائے حکومت انجام دیں تو رات کی تاریکی و خاموشی میں خدا تعالیٰ کی عبادت کریں اور اس کے سامنے سربسجود ہو کر اس کی رحمتوں کی بارش کے مستحق بنیں،

تتمہ حصہ اوّل

اس کتاب کے حصہ اوّل کے اختتام پر تتمہ کے طور پر ایک ضروری اور مفید بات کی طرف اشارہ کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے، وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں مسلمانوں کو اطلاع دی،

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ (پ ۱۱ ع ۳)	"بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں کو ان کے مالوں کو اس بات کے عوض خرید لیا ہے کہ ان کو جنت ملے گی"

آیتِ ہذا کے ترجمہ سے یہ بات بالکل واضح اور صاف طور پر معلوم ہو رہی ہے کہ اس دنیائے فانی کی چند روزہ زندگی بھی ہماری اپنی نہیں، اور اس دنیا میں جو مال و دولت بظاہر ہمارے پاس ہے وہ بھی ہمارا اپنا نہیں، بلکہ ہماری جانیں اور مال و دولت یہ سب اللہ کے ہیں، وہی ان کا خالق و مالک ہے ہم اس کے امین ہیں، یہ اللہ کا فضل و کرم ہے کہ اس نے ہمیں اس مال و دولت کو اپنے جائز مصرف میں لانے اور خرچ کرنے کی اجازت دیدی، بلکہ بہت سے ایسے مواقع ہیں کہ جن میں صرف کرنا باعثِ اجر و ثواب بھی قرار دیدیا مثلاً حدیث میں فرمایا گیا:۔

مَنْ بَنٰی لِلّٰہِ مَسْجِدًا بَنَی اللّٰہُ لَہٗ بَیْتًا فِی الْجَنَّۃِ ،

"جو شخص خاص اللہ کے لئے مسجد تعمیر کرائے گا اللہ تعالیٰ اس کے عوض جنت میں محل عطا فرمادیں گے"

یا کوئی دینی مدرسہ قائم کردینا، یا خلقِ خدا اور مسافرین کے لئے مسافر خانہ بنادینا یا شفاخانہ قائم کردینا، یا اسی قسم کے رفاہِ عام کے اور جائز کام کردینا کہ جن سے خلقِ خدا کو فائدہ اور آرام پہونچے، اس قسم کے کاموں کا بڑا ہی اجر و ثواب ہے، اور ایسے کام صدقاتِ جاریہ کہلاتے ہیں جب انسان مرجاتا ہے تو دنیا سے خالی ہاتھ جاتا ہے، مگر دنیا میں اپنی چند روزہ زندگی میں اس قسم کے رفاہِ عام کے جو کام کرجاتا ہے جب تک وہ چیزیں باقی رہتی ہیں مرنے والے کو ان کا ثواب پہنچتا رہتا ہے،

خلاصہ

یہ کہ ہمارے پاس دنیا میں جو مال ہوتا ہے درحقیقت ہم اس کے امین ہیں، اللہ تعالیٰ ہمارا خالق و مالک ہے، اور ہم اس کے غلام یا آجکل کی اصطلاح میں یوں سمجھ لیجئے کہ ہم اس مال و دولت کے خزانچی اور کیشیر ہیں، جس طرح کسی فرم اور بینک کا خزانچی یا کیشیر اس روپے کو جو اُس کی تحویل میں ہے اپنی مرضی سے خرچ نہیں کرسکتا بلکہ فرم اور بینک کے مقرر کردہ قواعد کی حدود اور دائرہ میں رہتے ہوئے خرچ

کرنے کا مجاز ہے، اس کے باوجود بھی اس سے حساب لیا جائے گا،

اسی طرح ایک مسلمان بھی اپنے پاس رکھے ہوئے مال کو ان حدود میں رہتے ہوئے خرچ کرنے کا مجاز ہے جو شریعتِ اسلام نے مقرر کردیئے ہیں، بصورتِ دیگر اگر ناجائز جگہ خرچ کرے گا تو خدا کے سامنے جواب دہ ہوگا، اور قانونِ اسلامی کی رُو سے وہ مجرم تصوّر ہوگا،

اس لئے ہر مسلمان کو چاہیئے کہ یہ معلوم کرنے کی کوشش کرے کہ کن مقامات میں شریعت نے خرچ کرنے کی اجازت دی ہے، اور کن مقامات میں خرچ کرنے سے روکا ہے، اس قسم کے مسائل اور باتیں آپ کو اسی کتاب کے حصّہ دوم میں ملیں گے،

دُعا ہے

اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اپنی مرضیات پر چلنے اور اپنے حبیب پاک حضور نبی کریم خاتم الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق دے

اور دین و دنیا کی ذلت و رسوائی سے بچائے،

آمین

خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ

(اے پیغمبر) آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ (زکوٰۃ) لے لیجئے جس کے ذریعہ آپ انکو پاک صاف کردیں اور انکے لئے دعا کیجئے

اسلام کا نظامِ زکوٰۃ

المعروف

زکوٰۃ کی شرعی اہمیّت

حصّہ دوم

مُرتّبہ

جناب قاری شریف احمد صاحب خطیب جامع مسجد سٹی اسٹیشن کراچی

جسمیں زکوٰۃ کے مسائل مفصّل طور پر بیان کئے گئے ہیں؛

ناشر

مکتبہ رشیدیہ عائشہ منزل / اردو بازار کراچی

چند ضروری اور کام کی باتیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اما بعد: زکوٰۃ کے مسائل بیان کرنے سے پہلے اس حصہ کے متعلق چند ضروری باتیں بتلا دینا مناسب معلوم ہوتا ہے، ناظرین کتاب کے مطالعہ سے پہلے ان کو ضرور ملاحظہ فرمالیں؛

نمبر ۱: چونکہ سوال و جواب کی صورت میں مسائل آسانی سے ذہن نشین ہو جاتے ہیں، اس لئے ہم نے مسائل بیان کرنے میں یہی طریقہ اختیار کیا ہے، اور اختصار کے پیشِ نظر سوال و جواب لکھنے کے بجائے س سے سوال اور ج سے جواب مراد لیا ہے،

نمبر ۲: جو مسئلہ جس کتاب سے لیا ہے مسئلہ کے ختم پر اس کا حوالہ لکھدیا ہے، تاکہ وقتِ ضرورت اصل کتاب کی طرف مراجعت میں آسانی رہے،

نمبر ۳: بعض جگہ مسئلہ کے ختم پر "ماخوذ" کا جملہ لکھدیا ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ یہ مسئلہ فلاں کتاب سے ہم نے اپنے الفاظ میں بیان کیا ہے،

نمبر۴: بہت سے مسائل کے اختتام پر "فت" کا اشارہ لکھا ہوا ملے گا اس سے "فتاویٰ دارالعلوم دیوبند" مراد ہے،

واضح رہے دارالعلوم دنیائے اسلام کی نگاہوں میں اسلام کا مرکزی قلعہ سمجھا جاتا ہے، یہاں کے فتاویٰ مرکزی اور حرفِ آخر کی حیثیت رکھتے ہیں، جہاں کے دارالافتاء سے کم وبیش سالانہ بارہ ہزار فتاویٰ کے جوابات دیئے جاتے ہیں،

دارالعلوم دیوبند نے ان فتاویٰ کو بڑے اہتمام سے شائع کرنے کا سلسلہ شروع کیا ہوا ہے، جس کی اب تک چھ جلدیں شائع ہوچکی ہیں، جس میں زمانہ حال کے لحاظ سے بہت سے نئے نئے مسائل پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے،

ان میں سے مسائلِ زکوٰۃ بھی ہیں، جو مسائل ہم نے فتاویٰ سے لئے ہیں اُن کے اخیر میں "فت" کی علامت لکھ کر صفحہ نمبر بھی دیدیا ہے،

ان ضروری باتوں کے بعد مسائلِ زکوٰۃ اور اُن سے متعلق ضروری باتیں بیان کی جاتی ہیں،

زکوٰۃ کی وجہ تسمیہ

چونکہ یہ حصہ زکوٰۃ کے مسائل سے متعلق ہے، اس لئے اس کی مناسبت سے زکوٰۃ کی وجہ تسمیہ بیان کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے، سو معلوم ہونا چاہئے کہ زکوٰۃ کے ایک معنی لفظ تزکیہ کی طرح پاک کرنے کے ہیں، گویا زکوٰۃ کا وصف پاک کرنا ہے، زکوٰۃ کو کئی وجوہ سے زکوٰۃ کہا جاتا ہے

(۱) زکوٰۃ ادا کرتے رہنے سے انسان بخل جیسی بیماری سے پاک رہتا ہے،

(۲) جس مال کی زکوٰۃ دیدی جاتی ہے وہ مال پاک صاف ہو جاتا ہے اور نہ صرف یہ کہ پاک صاف ہو جاتا ہے بلکہ اس میں نمو اور بڑھوتری (اضافہ) بھی ہوتا ہے،

(۳) زکوٰۃ ادا کرنے والا شخص گناہوں سے پاک صاف ہو جاتا ہے،

(۴) زکوٰۃ ادا کرنا عذابِ دوزخ سے نجات اور انسان کی فلاح و کامیابی کا سبب ہے،

ان وجوہ سے زکوٰۃ کو زکوٰۃ کہتے ہیں،

حق تعالیٰ نے قرآن پاک کی اس آیت میں اسی طرف اشارہ فرمایا ہے: خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا، (اے پیغمبر) آپ ان کے مالوں سے صدقہ (زکوٰۃ) لیجئے، اور اُن کے ذریعہ آپ اُن کو

پاک صاف کردیں گے۔" (بیان القرآن)

اور زکوٰۃ کو صدقہ کے لفظ سے اس لئے تعبیر کیا گیا ہے کہ یہ فعل زکوٰۃ دینے والے شخص کے ایمان کی تصدیق کرتا ہے، اور انسان کی قلبی حالت یعنی صدق وصفائی نیت کی علامت بھی ہے (خلاصۃ المصالح العقلیہ)

ہدیہ، صدقہ، زکوٰۃ وغیرہ الفاظ کی تشریح

زکوٰۃ وصدقات کے سلسلہ میں کچھ الفاظ خاص طور پر بولے جاتے ہیں، اس لئے مقام کی مناسبت سے ان کی تشریح کردینا مناسب معلوم ہوتا ہے، تاکہ اس سلسلہ کے مسائل سمجھنے میں آسانی ہو،

ھدیہ: اپنے کسی خاص آدمی کو عقیدت کے طور پر کوئی چیز پیش کرنا ہدیہ کہلاتا ہے، مثلاً اپنے پیر ومرشد یا استاذ یا کسی عالم وبزرگ کو یا کسی دوست کو کوئی چیز پیش کرے تو اس کو ہدیہ کہتے ہیں،

صدقہ: جو چیز اللہ کی رضا اور خوشنودی کے لئے راہِ خدا میں خرچ کی جائے اس کو صدقہ کہا جاتا ہے، یہ لفظ قرآن وحدیث میں بکثرت اور بڑے وسیع معنیٰ میں مستعمل ہوا ہے،

حدیث میں ہے کہ اگر کوئی شخص راہِ خدا میں روٹی کا ذرا سا ٹکڑا خیرات کرتا ہے تو اس کا ثواب بڑھتے بڑھتے اُحد پہاڑ کے برابر ہوجاتا ہے، اسی طرح اپنے اہل وعیال کی ضروریات پر خرچ کرنا، اپنے

قرابت داروں پر خرچ کرنا، مرنے والوں کی طرف سے راہِ خدا میں خرچ کرنا، بھوکے پیاسے جانوروں کو کھلانا پلانا تک بھی صدقہ میں شمار کیا گیا ہے، اور صدقہ کو اس لئے بھی صدقہ کہتے ہیں کہ اس سے صدقہ دینے والے کے ایمان کی تصدیق ہوتی ہے، جو اس کی قلبی حالت یعنی صدق وصفائی کی نیت کی علامت ہے،

یہ لفظ زکوٰۃ کے مقابلہ میں بہت وسیع ہے، حتیٰ کہ زکوٰۃ پر بھی صدقہ کا اطلاق ہوتا ہے، ہماری اردو زبان میں بھی خیرات کا لفظ... صدقات پر بولا جاتا ہے،

زکوٰۃ: زکوٰۃ کے لغوی معنی بڑھنے اور پاک ہونے کے ہیں، کیونکہ زکوٰۃ ادا کرنے سے رُوح اور دل پاکیزہ ہوتا ہے، اور مال میں نمو اور زیادتی ہوتی ہے، اس لئے اُسے زکوٰۃ کہتے ہیں، ارشادِ خداوندی ہے:

وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّىٰ (پارہ عم، سورۃ اللیل)

"اور اس (دوزخ) سے ایسا شخص دُور رکھا جائیگا جو بڑا پرہیزگار ہے جو اپنا مال اس غرض سے دیتا ہے کہ پاک ہو جائے"

اور شرعی اصطلاح میں زکوٰۃ اس کو کہتے ہیں جو اسلام کے بتلائے اور مقرر کئے ہوئے طریقے پر چاندی یا سونے یا نقدی اور مالِ تجارت پر ایک سال گذرنے پر چالیسواں حصہ اللہ کی راہ میں نکالے،

انفاق؛ اس لفظ کے لغوی معنی خرچ کرنے کے ہیں، یہ لفظ بھی صدقہ کی طرح عموماً کارخیر میں خرچ کرنے کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے، اور فرض، واجب، نفل ہر قسم کے صدقات پر انفاق کا لفظ صادق آتا ہے،

نصاب؛ فقہاء کی اصطلاح میں جو مال اتنی مقدار کو پہونچ جائے، جس پر زکوٰۃ واجب ہوجاتی ہے، اس مقدار کو نصاب کہتے ہیں، جیسے ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا مقدار نصاب ہے،

زکوٰۃ کب فرض ہوئی

زکوٰۃ کی تاریخ کے سلسلے میں یہ بات معلومات میں اضافہ کا سبب ہوگی کہ اس کی فرضیت کا حکم مکہ معظمہ میں نازل ہوچکا تھا جیسا کہ سورۂ مزمل (جس کے متعلق حضرات مفسرین لکھتے ہیں کہ یہ سورۃ مکہ معظمہ میں نازل ہوئی) کے آخری آیت کے مندرجہ ذیل الفاظ سے معلوم ہوتا ہے،

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ط (پ ۳۰ رکوع ۱۲)	"اور (فرض) نماز کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ ادا کرتے رہو، اور اللہ تعالیٰ کو اچھی طرح (خلوص کیساتھ) قرض دو"

نیز اس واقعہ سے بھی پتہ چلتا ہے کہ جب کفارِ مکہ کے ظلم و ستم سے تنگ آکر مسلمانوں نے ملکِ حبشہ کی طرف ہجرت کرنی شروع کی تو مشرکینِ مکہ نے شاہِ حبشہ ہرقل کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکایا جس کے نتیجہ میں ہرقل نے حقیقتِ حال معلوم کرنے کے لئے مسلمانوں کو اپنے دربار میں بلا کر پیغمبرِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی تعلیمات کے متعلق کچھ سوالات کئے، اُن کے جواب میں حضرت جعفر طیارؓ نے آپؐ کی تعلیمات کا اِن الفاظ میں تعارف کرایا:

يَأْمُرُنَا بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ

آپ ہمیں نماز اور زکوٰۃ کا حکم فرماتے ہیں،

اِن الفاظ سے پتہ چلتا ہے کہ زکوٰۃ کا حکم مکہ معظمہ میں نازل ہو چکا تھا،

اِسی طرح اس واقعہ سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے کہ ابوسفیانؓ فتحِ مکہ کے وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے، یہ بھی دوسرے کفار کی طرح ہرقل کو مسلمانوں کی طرف سے بدظن کرنے اور بھڑکانے کی کوششوں میں پیش پیش تھے، ہرقل نے ان سے پیغمبرِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے متعلق دریافت کیا، تو انھوں نے ان الفاظ میں جواب دیا:-

يَأْمُرُنَا بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ وَالصِّلَةِ وَالْعَفَافِ، (بخاری)	"وہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتے ہیں اور صلہ رحمی اور نیک چلنی کی ہدایت فرماتے ہیں"

ابوسفیان کے اس بیان سے اور بھی واضح طور پر معلوم ہو گیا کہ زکوٰۃ کا حکم مکہ معظمہ میں نازل ہو چکا تھا، کیونکہ ابوسفیان کی معلومات اسی وقت کی تھیں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں تھے ان معلومات میں سے ایک زکوٰۃ کا حکم بھی تھا،

البتہ زکوٰۃ کے تفصیلی احکام اور ان پر عملدرآمد مدینہ منورہ میں شروع ہوا۔ ویسے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ میں مسلمانوں کو وقتاً فوقتاً انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب دیتے رہتے تھے،

۸ھ میں فتح مکہ کے وقت آیت خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ الخ نازل ہوئی جیسا کہ اسی کتاب کے حصہ اوّل کے صفحہ ۱۹ پر مفصّل بیان کیا جا چکا ہے، پھر ۸ھ کے آخر میں آیت اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ الخ نازل ہوئی جس میں مستحقینِ زکوٰۃ کا بیان کیا گیا ہے،

پھر ۹ھ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے باقاعدہ عُمّال اور محصّلین مقرّر فرمائے، اور باقاعدہ بیت المال قائم فرما دیا،

منکرِ زکوٰۃ کا شرعی حکم

زکوٰۃ، دوسرے ارکانِ اسلام کی طرح اسلام کا اہم رکن ہے، اس لئے اس کی فرضیت پر بھی دوسرے ارکانِ اسلام کی طرح ایمان

لانا ضروری ہے،

اور اس کا منکر ایسا ہی کافر ہے جیسے دوسرے ارکانِ اسلام کا منکر، اور جو شخص صاحبِ نصاب ہونے کے باوجود زکوٰۃ نہ دے وہ بڑا سخت گنہگار اور فاسق ہے،

چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے اپنے زمانۂ خلافت میں ان لوگوں سے باقاعدہ جنگ کی جنھوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد زکوٰۃ نہ دینے کا نعرہ لگانا شروع کر دیا تھا، جیسا کہ اس کی تفصیل ہم حصہ اوّل میں بیان کر چکے ہیں،

زکوٰۃ کب فرض ہوتی ہے

حضرت عبداللہ بن عمر رضؓ سے روایت ہے کہ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:-

مَنِ اسْتَفَادَ مَالًا فَلَا زَكٰوةَ فِيْهِ حَتّٰى يَحُوْلَ عَلَيْهِ الْحَوْلُ، (ترمذی)

جس شخص نے کوئی مال حاصل کیا ہو تو اس پر اسکی زکوٰۃ اس وقت تک واجب نہیں جبتک اسپر پورا ایک سال نہ گذر جائے،

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ کے مال پر ملکیت حاصل ہو جانے کے بعد سے پورا سال گذرنا شرط ہے، زکوٰۃ کی ادائیگی سال پورا ہونے سے پہلے واجب نہیں ہوتی،

کیا زکوٰۃ کا کوئی مہینہ یا دن مقرر ہے؟

بہت سے حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ شریعت کی طرف سے زکوٰۃ دینے کے لئے کوئی مہینہ مقرر ہے، تو عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث جو ابھی گذری ہے اس سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ کے لئے شریعت کی طرف سے کوئی مہینہ مقرر نہیں، اور یہ ہو بھی نہیں سکتا، کیونکہ ایک شخص کے پاس مال محرم کے مہینہ میں آیا تو اس کا سال محرم پر پورا ہوگا، کسی کے پاس رمضان کے مہینہ میں مال آیا تو اس کا سال رمضان پر ہوگا،

البتہ اگر کوئی یہ سمجھ کر کہ رمضان کے مہینہ میں نیکی کا اجر و ثواب زیادہ ہوتا ہے زکوٰۃ دینے کے لئے یہ مہینہ متعین کرلے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں،

بلکہ ایک اعتبار سے جو مستحق لوگ ہیں اُن کو متعین مہینہ معلوم ہونے سے سہولت و آسانی رہتی ہے،

زکوٰۃ قمری حساب سے ادا کرے یا شمسی حساب سے

س :- زکوٰۃ اسلامی مہینوں کے حساب سے ادا کرے یا عیسوی ماہ کے حساب سے؟

ج :- چونکہ یہ اسلامی فریضہ ہے، اس لئے اسلامی مہینوں کے حساب

سے ہی ادا کرنا چاہیئے (فت ج ۶ ص ۷۵)

سال میں ایک مرتبہ فرضیتِ زکوٰۃ کی حکمت

ابھی حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت سے یہ معلوم ہو چکا کہ جب تک مالِ زکوٰۃ پر ایک سال پورا نہ ہو جائے اس وقت تک زکوٰۃ کی ادائیگی فرض نہیں ہوتی،

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس حکم میں کیا حکمت و مصلحت ہے؟ تو اس کا مختصر سا جواب تو یہ ہے کہ زکوٰۃ بھی اور عبادتوں کی طرح ایک عبادت ہے، اور عبادت کی حقیقت و مقصد اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری ہے، اس لئے ہمیں یہ حکم خداوندی بھی بلا چون و چرا ماننا چاہیئے، دنیاوی حکومتیں نئے نئے قوانین بنا کر ان کا نفاذ کرتی ہیں تو وہ بھی مصلحت سے خالی نہیں ہوتے، خواہ وہ مصلحت جائز ہو یا ناجائز برخلاف اس کے حکمِ خداوندی میں مصلحت و حکمت ہی ہوتی ہے، مشہور مقولہ ہے فِعْلُ الْحَکِیْمِ لَا یَخْلُوْا عَنِ الْحِکْمَۃِ کہ "عقلمند اور حکیم شخص کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا" حق تعالیٰ سے بڑھ کر حکیم کون ہوگا، اس لئے زکوٰۃ کی فرضیت کی حقیقی مصلحت و حکمت سے اللہ تعالیٰ ہی واقف ہے، پھر بھی ہم جیسے کم عقل لوگوں کو بہت سی حکمتیں نظر آتی ہیں مثلاً:-

(۱) عام طور پر کاروباری لوگ سال میں ایک مرتبہ حساب کتاب یعنی

چٹھا باندھتے ہیں جس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ کتنی رقم ہے، کتنا نفع یا نقصان ہوا، اس وقت حساب کرکے زکوٰۃ نکالنا آسان ہے،

(۲) اگر ایک سال سے زیادہ مدت رکھ دی جاتی تو آدمی میں مال کی محبت اور بخل جیسی رُوحانی بیماریاں پیدا ہونے کا اندیشہ تھا جبکہ زکوٰۃ سے ایک مقصد ان بیماریوں کا دُور کرنا بھی ہے،

(۳) ایک سال سے زیادہ مدت مقرر کرنے سے یہ دقت اور تنگی پیش آتی کہ ضرورت مند محتاج لوگ لمبی مدت پوری ہونے کے انتظار میں ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہتے، اور نہ معلوم کتنی پریشانی ہوتی،

زکوٰۃ کے قانون کا منشاء اور مقصد

(۴) اسلام کے قانونِ زکوٰۃ کا منشاء اور حکمت ایک یہ بھی ہے کہ لوگ روپیہ جمع کرکے بیکار تجوریوں میں بند کرکے نہ رکھ چھوڑیں، بلکہ اُسے کاروبار میں لگائیں، تاکہ اس سے ملک اور قوم کا فائدہ ہو، اور زکوٰۃ ادا کرنا بار نہ گذرے، جمع کرکے تجوریوں میں بند کرکے رکھنے میں ملک اور قوم دونوں کا نقصان ہے، مثال کے طور پر اگر اس روپے سے کاروبار کیا جائے، خریداری کی جائے تو وہ روپیہ کتنے ہاتھوں میں پہونچے گا، پھیلے گا، اپنا روپیہ بھی بڑھے گا، اور بند کرکے رکھ دینے کی صورت میں کسی کو فائدہ نہ پہونچے گا، بلکہ خود اپنی ذات کو بھی فائدہ نہ پہونچے گا،

اور زکوٰۃ بھی جمع میں سے ادا کرنی پڑے گی،

اسی لئے کہا جاتا ہے روپے، پیسے، چاندی، سونے میں نمو یعنی بڑھنے کی صلاحیت ہے، اگر اس سے تجارت کی جائے تو اس میں اضافہ ہوتا ہے،

اب اگر کوئی ان چیزوں کو روک کر ذخیرہ کرلے تو اس کا قصور ہے، یہ نہیں کہا جائے گا کہ شریعت نے ان چیزوں پر بھی زکوٰۃ فرض کردی (بلکہ)

ان کے علاوہ

اور بھی بہت سی جنسیں ہوسکتی ہیں، بالفرض کوئی حکمت بھی اگر ہماری سمجھ میں نہ آئے تو مسلمانی کا تقاضا یہ ہے کہ حکم خداوندی کو ہم بلا چون وچرا تسلیم کرلیں،

اگر کوئی بندۂ خدا صاحب نصاب ہو تو ان شرائط کا لحاظ رکھتے ہوئے زکوٰۃ ادا کرے جو آگے بیان کی جارہی ہیں،

وجوبِ زکوٰۃ کے شرائط

(ماخوذ از درمختار، شامی، ھدایہ وغیرہ)

زکوٰۃ فرض ہونے کے لئے مندرجہ ذیل شرائط ہیں، ان کے بغیر زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی؛

(۱) مسلمان ہونا (۲) بالغ ہونا (نابالغ کے پاس خواہ کتنا ہی مال ہو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں) (۳) عاقل ہونا (اگر مجنون ہو اور اس کے

پاس نصاب کی مقدار مال ہو اور پورے سال مجنون رہے تو اس پر بھی زکوٰۃ نہیں) ④ آزاد ہونا ⑤ مال کا مالک ہونا (یعنی جس مال کی زکوٰۃ دینی ہو اس کا مالک ہونا) ⑥ مال کا بقدرِ نصاب ہونا (نصاب سے کم ہو تو زکوٰۃ واجب نہیں) ⑦ اس مال پر پورا ایک سال گذر جانا ⑧ زکوٰۃ کے مال کا ضرورتِ اصلیہ سے زائد ہونا ⑨ اس مال کا نامی (یعنی بڑھنے والا ہونا، جیسے تجارتی مال)۔

زکوٰۃ کی نیّت کے متعلق ضروری مسائل

زکوٰۃ ادا کرنے سے پہلے چونکہ نیت کرنا فرض ہے، اس لئے پہلے نیت کے مسائل بیان کئے جاتے ہیں،

س:۔ زکوٰۃ کی نیت کا کیا مسئلہ ہے؟

ج:۔ زکوٰۃ ادا کرنے والے کو پہلے دل میں نیت کرنا ضروری ہے، اگر دل میں نیت نہ کی تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی (درمختار)

س:۔ اگر کوئی دل میں نیت کئے بغیر زکوٰۃ دیدے تو اس کا کیا حکم ہے؟

ج:۔ اگر دل میں نیت کئے بغیر کسی نے زکوٰۃ دیدی تو اس کے متعلق یہ حکم ہے کہ جس کو زکوٰۃ کا روپیہ دیا ہے اگر اس نے ابھی خرچ نہیں کیا ہے تو نیت کرلے، اور اگر خرچ کرلیا تو دوبارہ زکوٰۃ دینی لازمی اور ضروری ہے (درمختار)

س؛ کیا زکوٰۃ دیتے وقت مستحق کو یہ بتلانا ضروری ہے کہ یہ روپیہ زکوٰۃ کا ہے

ج؛ اصل میں تو اپنے دل میں نیت کرنا ضروری ہے، بتلانا ضروری نہیں، اپنے دل میں نیت کر لینے سے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے (درمختار) کیونکہ بعض آدمی شرمیلے اور حیادار ہوتے ہیں، ممکن ہے زکوٰۃ کے نام سے شرم آئے اور لینے سے انکار کر دے، اس لئے زکوٰۃ دینے والے کو موقع محل دیکھ کر فیصلہ کرنا چاہئے، بہرحال دل میں نیت کرنا ضروری اور لازمی ہے،

اور یہ بھی ضروری ہے کہ آدمی مستحق ہو، پیشہ ور سائل نہ ہو، جیسا کہ آجکل لوگوں نے پیشہ بنا لیا ہے، کہ مساجد میں نماز کے بعد کھڑے ہو کر اپنی ناداری اور غربت کا اس طرح بیان کرتے ہیں کہ آدمی یہ سمجھتا ہے کہ واقعی یہ مستحق ہے، اسی لئے اپنے اُن رشتہ داروں[1] کو زکوٰۃ دینا زیادہ بہتر ہے جن کو شریعت نے اجازت دی ہے،

س؛ کسی نے زکوٰۃ کا روپیہ نکال کر علیحدہ رکھ دیا، اور یہ خیال کیا جب کوئی مستحق ملے گا تو اس کو دیدوں گا، پھر کسی مستحق کو دیتے وقت نیت کرنا یاد نہ رہا تو اس کا کیا حکم ہے؟

---

[1] جن رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینی جائز ہے ان کا بیان صفحہ ۱۲۳ پر ملاحظہ فرمائیں،

ج ؛ چونکہ علٰحدہ رکھتے وقت دل میں فیصلہ کرلیا تھا کہ یہ زکوٰۃ کا روپیہ ہے، مستحق آدمی ملنے پر اس کو دیدوں گا، تو یہ روپیہ علٰحدہ کرکے رکھنا نیت کے حکم میں ہے اس لئے زکوٰۃ ادا ہوگئی (ھدایہ)

س ؛ کسی مستحق زکوٰۃ نے کچھ روپیہ قرض مانگا اور دینے والے نے دل میں زکوٰۃ کی نیت کرلی تو کیا حکم ہے ؟

ج ؛ اگر روپیہ دیتے وقت دل میں زکوٰۃ کی نیت کرلے اور بعد میں اس سے روپیہ واپس نہ لے تو زکوٰۃ ادا ہوجائے گی، خواہ لینے والا اس کو قرض سمجھتا ہے (درمختار) گویا دینے والے کی نیت کا اعتبار ہے، لینے والے کی نیت کا اعتبار نہیں،

س ؛ کسی مستحق کو اگر کوئی انعام کے نام سے کچھ روپیہ دیدے اور دل میں زکوٰۃ کی نیت کرلے تو کیا حکم ہے ؟

ج ؛ چونکہ اعمال کی قبولیت کا دارومدار نیت پر ہے اس لئے زکوٰۃ ادا ہوگئی (عالمگیری)

س ؛ ایک شخص کسی کا مقروض ہے اور وہ مستحق زکوٰۃ بھی ہے تو کیا قرض کا روپیہ زکوٰۃ کی نیت سے مقروض پر چھوڑ سکتا ہے ؟

ج ؛ اس طرح زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی، بلکہ اس کی صورت یہ ہے کہ آپ جتنے روپے زکوٰۃ میں دینا چاہتے ہیں اتنے روپے پہلے زکوٰۃ کی نیت سے مقروض کو دیدیں، اس کے بعد زکوٰۃ میں دیئے

ہوئے رُوپے اپنے قرض میں واپس لیلیں،
مثلاً کسی پر آپ کے پچیس روپے قرض ہیں اور آپ کو پچیس ہی روپے زکوٰۃ میں دینے ہیں، تو پہلے پچیس روپے زکوٰۃ کے دیدیں، اس کے بعد اس سے اپنے قرض کے پچیس روپے واپس لے لیں، اگر قرض دیتے ہوئے روپے میں زکوٰۃ کی نیت کریں گے تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی (درمختار)

س: کوئی بیوہ یا یتیم مستحق زکوٰۃ کسی کا مقروض ہے، تو کیا زکوٰۃ کے روپے سے ان کا قرض ادا کیا جاسکتا ہے؟

ج: اس کی صورت یہ ہے کہ پہلے زکوٰۃ کی رقم بیوہ یا یتیم کی ملک میں دیدی جائے، اس کے بعد یہ لوگ قرضہ اُتار دیں، اس طرح زکوٰۃ ادا ہو جائے گی (ردالمحتار)

ادائے زکوٰۃ کے ضروری مسائل:

دوسرے ضروری مسائل سے پہلے اب ادائے زکوٰۃ کے کچھ ضروری مسائل بیان کئے جاتے ہیں، ادائے زکوٰۃ کا دار و مدار بھی چونکہ نیت پر ہی ہے، اس لئے نیتِ زکوٰۃ اور ادائے زکوٰۃ کے بہت سے مسائل یکساں ہی ہیں، اس وجہ سے اُن کو آگے پیچھے بیان کر دیا ہے،

س: جن اشیاء پر زکوٰۃ واجب ہے کیا زکوٰۃ میں نقد کے علاوہ

اور کوئی چیز بھی دے سکتے ہیں؟

ج: جس مال میں زکوٰۃ واجب ہے اس میں یہ صورت بھی ہے کہ اس چیز کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ میں دیدیا جائے،
یہ بھی جائز ہے کہ چالیسویں حصہ کی جو قیمت بنتی ہو نقدی کی شکل میں دیدی جائے،
اور یہ بھی جائز ہے کہ ضرورتمند کو جس چیز کی ضرورت ہو وہ دلادی جائے، مثلاً سردی کے زمانے میں لحاف اور کمبل یا پہننے کے کپڑے کی کسی کو ضرورت ہے تو یہی چیزیں اس کو دلادی جائیں، یا کسی مستحق زکوٰۃ علمِ دین کے طالب علم کو اسکی ضرورت کی کتابیں دلادی جائیں، ان سب صورتوں میں زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے (درمختار)

س: اگر زکوٰۃ کے روپے سے کھانا پکا کر مساکین کو کھلا دیا جائے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی یا نہیں؟

ج: اگر کھانا پکا کر مساکین کو دیدیا جائے اور ان سے یہ کہہ دیا جائے کہ یہ تمہارا ہے، خود کھاؤ یا کسی کو کھلاؤ، تمہیں اختیار ہے، جس طرح چاہو کرو، تو اس صورت میں زکوٰۃ ادا ہو جائے گی، (کیونکہ اس طرح ان کی تملیک ہو گئی)
اور اگر کھانا پکا کر اپنے مکان یا ٹھکانے پر بلا کر کھلایا یا اُن کو اختیار نہیں دیا تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی (کیونکہ اس صورت میں

تملیک نہیں ہوئی)۔

اس مسئلہ کی وضاحت میں مفتی محمد شفیع صاحب دامت برکاتہم لکھتے ہیں:۔

"کسی کو کھانا کھلا دینا یا رفاہِ عام کاموں میں خرچ کر دینا حقیقی معنی کے اعتبار سے صدقہ نہیں کہلاتا، شیخ ابن ہمامؒ فتح القدیر میں فرماتے ہیں کہ حقیقت صدقہ کی یہی ہے کہ کسی فقیر کو اس مال کا مالک بنا دیا جائے"

(احکام زکوٰۃ)

س: زکوٰۃ کا روپیہ اگر چوری ہو جائے تو کیا حکم ہے؟

ج: زکوٰۃ کا روپیہ اگر چوری ہو جائے تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی، اس لئے زکوٰۃ دوبارہ دینی چاہیئے (رد المحتار)

س: کیا مستحقِ زکوٰۃ کو مالِ زکوٰۃ دینے کی کوئی مقدار متعین ہے؟

ج: جی ہاں، بہتر یہ ہے کہ ایک ضرورتمند کو کم از کم اتنا ضرور دے کہ اس کی ایک دن کی حاجت پوری ہو جائے، اور کسی سے مانگنے کی اس کو ضرورت پیش نہ آئے (درمختار)

س: کیا اس مقدار سے زیادہ دینا جائز نہیں؟

ج: ایک مستحق کو اتنی زکوٰۃ دیدینا کہ وہ خود صاحب نصاب ہو جائے مکروہ ہے، لیکن زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے (بہشتی زیور)

کیا زکوٰۃ قسطوں میں دیجا سکتی ہے؟

س: کیا شرعًا اس کی بھی اجازت ہے کہ زکوٰۃ قسطوں میں ادا کردے؟
ج: جی ہاں! اس کی بھی اجازت ہے، کہ آدمی وقت ضرورت تھوڑی تھوڑی زکوٰۃ ادا کرتا رہے (درمختار)

اگر زکوٰۃ وقتِ مقررہ پر ادا نہ کرسکے

س: اگر کوئی زکوٰۃ وقت پر ادا نہ کرسکا اور تاخیر ہوگئی تو کیا کرے؟
ج: تاخیر کرنا گناہ کی بات ہے، اس کی اللہ سے معافی چاہے اور مزید گناہ سے بچنے کے لئے جتنی زکوٰۃ واجب ہے جلدی ادا کردے (درمختار)

ادائے زکوٰۃ کیلئے کسی کو اپنی طرف سے وکیل بنانا

اس عنوان کے تحت اُن مسائل کا بیان ہے جو ادائے زکوٰۃ میں وکالت سے متعلق ہیں؛

س: اگر کوئی اپنے قابلِ اعتماد جاننے والے کے ذریعہ مالِ زکوٰۃ کو تقسیم کرادے تو اس طرح زکوٰۃ ادا ہوتی ہے یا نہیں؟
ج: مالِ زکوٰۃ تقسیم کرنے کے لئے کسی کو وکیل بنانے کی کئی صورتیں ہیں

مثلاً (۱) وکیل اگر آپ کا دیا ہوا روپیہ بعینہٖ تقسیم کر دے تو زکوٰۃ ادا ہو گئی (۲) زکوٰۃ دیتے وقت وکیل کے پاس آپ کا دیا ہوا روپیہ نہیں اور وہ اپنے پاس سے دے رہا ہے اگر وکیل اس وقت یہ نیت کر لے کہ میں اپنے پاس رکھے ہوئے روپے میں سے بعد میں لے لوں گا تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی، (۳) زکوٰۃ دیتے وقت وکیل کے پاس زکوٰۃ کا روپیہ موجود نہیں اور اپنے پاس سے دیتے وقت یہ نیت بھی نہیں کی کہ رکھے ہوئے زکوٰۃ کے روپے میں سے بعد میں لے لوں گا تو زکوٰۃ ادا نہ ہو گی، (۴) وکیل نے زکوٰۃ کا روپیہ اپنے کسی کام میں خرچ کر لیا، اس کے بعد زکوٰۃ اپنے روپے میں سے ادا کی تو زکوٰۃ ادا نہ ہو گی، ۱۲

(۱۲ نمبر ۱ سے نمبر ۴ تک کے مسائل بہشتی زیور میں بحوالہ شامی و درمختار درج ہیں)

س: اگر کوئی اپنے کسی جاننے والے کی طرف سے بغیر اس کی اجازت کے زکوٰۃ دیدے تو کیا حکم ہے؟

ج اس طرح زکوٰۃ ادا نہ ہو گی جس کی طرف سے ادا کی ہے اگرچہ وہ اسے منظور بھی کر لے، ایسی صورت میں زکوٰۃ دینے والا شخص زکوٰۃ میں دیا ہوا روپیہ بھی طلب نہیں کر سکتا (شامی)

کیونکہ زکوٰۃ ادا کرنے کے لئے نیت ضروری ہے، نیت سے پہلے بغیر صاحبِ نصاب کے علم میں لائے ہوئے یہ روپیہ دیا گیا ہے، اس لئے زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی،

س ؛ زید نے کسی کو یہ کہہ کر زکوٰۃ کا روپیہ دیا کہ میری طرف سے یہ مستحق لوگوں کو دیدینا، اور وہ خود بھی مستحق ہے تو کیا وہ یہ روپیہ اپنے استعمال میں لے سکتا ہے ؟

ج ؛ زکوٰۃ کا روپیہ مستحق زکوٰۃ ہونے کے باوجود خود اپنے مصرف میں نہیں لاسکتا، البتہ اگر اس کے والدین یا بہن بھائی مستحق ہوں تو اُن کو دے سکتا ہے،

اور اگر زید نے یہ کہا کہ یہ زکوٰۃ کا روپیہ ہے جو چاہو کرو آپ کو اختیار ہے جس کو دل چاہے دو تو اس صورت میں خود بھی اپنے مصرف میں لاسکتا ہے (عالمگیری)

کن لوگوں کو زکوٰۃ دینا جائز ہے

س ؛ ایک شخص کے پاس اپنی رہائش کے لئے ذاتی مکان ہے جس میں وہ رہتا ہے، یا اس کے کرایہ پر بسر کرتا ہے، اس کے علاوہ اس کے پاس اور مال نہیں، بلکہ تنگی کے ساتھ گذر اوقات کرتا ہے تو کیا ایسے شخص کو زکوٰۃ دینا جائز ہے ؟

ج ؛ ایسے شخص کو زکوٰۃ دینا جائز ہے، اور اس کا یہ مکان اس کی حاجتِ اصلیہ اور ضروریہ میں شامل ہے، البتہ اگر اس کی حاجتِ اصلیہ سے زائد اور بقدرِ نصاب اس کے پاس مال ہو تو پھر ایسے

شخص کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں (شامی)

رہنے کا ذاتی مکان اور پہننے کے کپڑے اور کام کاج کے لئے ملازم یہ سب ضروری اسباب میں شمار ہیں، جس کے پاس یہ سب چیزیں کتنی ہی قیمتی ہوں شرعاً وہ مالدار نہیں کہلاتا، اس لئے ایسے شخص کو زکوٰۃ دینا جائز ہے (بہشتی زیور بحوالہ شامی)

س: کسی کے دس پانچ مکان ہیں، ان کی آمدنی پر تنگی سے گذر بسر کرتا ہے، ایسے شخص کے متعلق کیا حکم ہے؟

ج: اگر ایسے شخص کے بال بچے اور گھر میں کھانے پینے والے افراد اتنے زیادہ ہیں اور اس کے پاس مکانات کے سوا اور کوئی مال ایسا نہیں جس پر زکوٰۃ واجب ہو تو ایسے شخص کو زکوٰۃ دینا جائز ہے، (بہشتی زیور بحوالہ شامی)

س: ایک لڑکے نے بچپن میں کسی ایسی عورت کا دودھ پیا جو دراصل اس کی حقیقی ماں نہیں تو کیا اس کو یہ لڑکا زکوٰۃ دے سکتا ہے؟

ج: یہ لڑکا اس عورت کو زکوٰۃ دے سکتا ہے ایسے ہی یہ عورت بھی اس لڑکے کو زکوٰۃ دے سکتی ہے جس کو بچپن میں دودھ پلایا ہو (شامی)

س: ایک شخص کے پاس مثال کے طور پر دس ہزار روپے نقد موجود ہیں مگر اتنے ہی روپے کا وہ شخص مقروض بھی ہے، تو کیا اس کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں؟

ج ؛ جی ہاں ایسے شخص کو زکوٰۃ دینا جائز ہے (عالمگیری)

س ؛ اگر کسی عالم کے پاس ذاتی مطالعہ کے لئے بقدر نصاب کتابیں ہیں، مگر وہ خود صاحبِ نصاب نہیں تو کیا اس کو زکوٰۃ دینا جائز ہے، ؟

ج ؛ اگر کسی عالمِ دین کے پاس اپنے مطالعہ کے لئے کتابیں ہیں خواہ وہ کتنی ہی قیمت کی ہوں اور ان کی قیمت مقدار نصاب سے بھی بڑھ جائے تو اس کو زکوٰۃ دینا جائز ہے (عالمگیری)

کیونکہ شرعاً یہ عالم صاحبِ نصاب نہیں اس لئے زکوٰۃ دینی جائز ہے،

س ؛ ایک شخص اپنے گھر اور وطن میں مالدار ہے اور زکوٰۃ بھی ادا کرتا ہے، اتفاق سے کہیں مسافرت میں اس کے پاس روپیہ نہیں رہا، چوری ہوگیا، یا کسی حادثہ کی نذر ہوگیا تو کیا ایسے شخص کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں ؟

ج ؛ ایسے شخص کو زکوٰۃ دینی جائز ہے، بعض مرتبہ حاجیوں کو سفر کی حالت میں اس قسم کا حادثہ پیش آجاتا ہے، مثلاً کسی نے جیب کاٹ لی اور روپیہ بالکل نہیں رہا تو ایسے شخص کو زکوٰۃ دینا جائز ہے (عالمگیری)

س ؛ کسی کے لڑکے یا لڑکی بالغ ہیں تو کیا ان کو زکوٰۃ دینا جائز ہے؟

ج ؛ اگر کسی کے لڑکے لڑکی بالغ ہیں اور وہ خود صاحبِ نصاب نہیں، تو اُن کو زکوٰۃ دینا جائز ہے خواہ اُن بچّوں کے والدین مالدار ہوں (عالمگیری)

س ؛ کسی عورت کا شوہر بہت غریب ہے اور اس کی زوجہ کا مہر ایکہزار روپیہ ہے جو اپنی غربت کی وجہ سے ادا نہیں کر سکتا، تو کیا ایسی صورت میں اس کی زوجہ کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں ؟

ج ؛ جی ہاں ! ایسی عورت کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں، بلکہ اگر کسی عورت کا شوہر امیر ہے اور وہ اس کا مہر نہیں دیتا، یا زوجہ نے مہر معاف کر دیا تب بھی اس عورت کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں (درمختار)

س ؛ کسی بچّہ کا باپ تو مالدار نہیں، لیکن ماں مالدار ہے تو کیا اس کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں ؟

ج ؛ جن بچّوں کا باپ مالدار نہ ہو اور ماں مالدار ہو تو ان کو زکوٰۃ دینا جائز ہے، (درمختار)

کن لوگوں کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں

س ؛ کیا کافر کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی ؟

ج ؛ کافر کو زکوٰۃ اسی طرح صدقۃ الفطر اور نذر و کفارہ کا روپیہ دینا جائز نہیں، ان مذکورہ مدّات کا روپیہ پیسہ صرف مسلمان اور مستحق کو ہی دینا چاہیئے، اگر کافر کو دیدیا تو زکوٰۃ وغیرہ ادا

نہ ہوں گی (بہشتی زیور)

س: کیا کسی نابالغ بچے کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں؟

ج: جس نابالغ بچے کا باپ مالدار ہو تو اس کو زکوٰۃ دینی جائز نہیں (عالمگیری)

س: سیّد کو زکوٰۃ دینے کا مسئلہ کیا ہے؟

ج: جو سید حضرت فاطمہؓ کی اولاد میں سے ہو یا علوی یعنی حضرت علیؓ کی اولاد میں سے ہو یا حضرت عباسؓ یا حضرت جعفرؓ یا حضرت عقیلؓ یا حضرت حارث بن مطلبؓ کی اولاد میں سے ہو، یہ سب بنی ہاشم کہلاتے ہیں، ان کو زکوٰۃ یا صدقۂ فطر، نذر و کفارہ، عُشر وغیرہ کا روپیہ دینا جائز نہیں (شامی، ہدایہ)

البتہ دوسرے صدقات سے ایسے لوگوں کی امداد کرنی چاہیئے، یہ حضرات چونکہ مسلمانوں کے لئے قابلِ احترام ہیں، اس لئے اُن کا احترام یہ ہے کہ زکوٰۃ وغیرہ کے روپے سے امداد نہ کی جائے، بلکہ پاک صاف روپے سے امداد کی جائے،

س: گھر یا دُوکان وغیرہ کے ملازمین کو زکوٰۃ دینا جائز ہے یا نہیں؟

ج: اگر یہ لوگ مستحق زکوٰۃ ہوں تو جائز ہے، لیکن یہ بات ذہن میں رہے کہ زکوٰۃ کا روپیہ ملازمین کی تنخواہ میں وضع نہ کیا جائے (ورنہ زکوٰۃ ادا نہ ہوگی) (عالمگیری)

س: اگر کسی کے متعلق صاف طور پر معلوم نہ ہو کہ یہ مستحق زکوٰۃ ہے یا نہیں

تو کیا کرے ؟

ج ؛ اس کے متعلق پہلے خوب تحقیق کرے، اس کے بعد جس طرف طبیعت کا زیادہ میلان ہو خدا پر بھروسہ کر کے عمل کرے،

یعنی دل یہ کہے کہ یہ مستحق ہے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی، اور اگر دل کہے یہ مستحق نہیں تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی،

لیکن کسی کو زکوٰۃ دینے کے بعد معلوم ہوا کہ جس کو زکوٰۃ دی ہے وہ مستحق نہ تھا تو اس صورت میں زکوٰۃ ادا ہو گئی، دوبارہ زکوٰۃ دینے کی ضرورت نہیں (شامی)

س ؛ کسی کو زکوٰۃ دینے کے بعد معلوم ہوا کہ جسکو زکوٰۃ دی ہے وہ مالدار یا سید ہے تو اس صورت میں کیا مسئلہ ہے ؟

ج ؛ کسی کو مستحق زکوٰۃ سمجھ کر لاعلمی میں زکوٰۃ دیدی، بعد میں معلوم ہوا کہ زکوٰۃ لینے والا مالدار یا سید تھا،

یا اندھیری رات تھی اس میں کسی کو زکوٰۃ دیدی بعد میں پتہ چلا، جس کو زکوٰۃ دی وہ تو میری والدہ یا لڑکی تھی، یا اور کوئی ایسا رشتہ دار تھا جس کو زکوٰۃ دینا شرعًا جائز نہیں تو ان سب صورتوں میں زکوٰۃ ادا ہو گئی، دوبارہ دینے کی ضرورت نہیں، لیکن اگر لینے والوں کو یہ پتہ چل جائے کہ جو روپیہ ہمیں ملا ہے وہ زکوٰۃ کا ہے تو دیانت و امانت کا تقاضہ ہے کہ وہ روپیہ واپس کر دے (بہشتی زیور)

س: زکوٰۃ کا روپیہ لاعلمی میں کسی کافر کو دیدیا، بعد میں پتہ چلا کہ وہ تو کافر تھا، تو کیا حکم ہے؟

ج: لاعلمی کی صورت میں اگر کسی کافر کو زکوٰۃ دیدی اور بعد میں اس کا کافر ہونا معلوم ہوگیا تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی، دوبارہ پھر زکوٰۃ دینی چاہیئے (بہشتی زیور)

کن رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینا جائز ہے

س: کیا رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینا جائز ہے، اگر جائز ہے، تو کن رشتہ داروں کو؟

ج: یہ بات تو پہلے بتلائی جا چکی ہے کہ رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینے کا دوہرا اجر ہے،

مگر بعض رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینا جائز ہے، بعض کو جائز نہیں، جن کو جائز ہے وہ یہ ہیں:-

بھائی، بہن، بھتیجا، بھتیجی، بھانجا، بھانجی، چچا، چچی، پھوپھا، پھوپھی، ماموں، ممانی، سوتیلی ماں، سوتیلا باپ، سوتیلا دادا، سوتیلی دادی، ساس، خسر، داماد،

ان سب رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینا جائز ہے، بشرطیکہ یہ لوگ مستحق زکوٰۃ ہوں (شامی، ہدایہ)

احتیاط کی بات، رشتہ داروں کو زکوٰۃ دیتے وقت اس بات کا خیال رکھنا چاہیئے کہ ان سے یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ یہ زکوٰۃ ہے، بلکہ دل میں نیت کرلینا کافی ہے، کیونکہ ہوسکتا ہے یہ کہنے سے انکو تکلیف پہونچے، اس لئے احتیاط رکھنی چاہیئے،

بلکہ ان کی شدید ضرورت کے لئے کسی شادی کے موقع پر بطور تحفہ یا عید کے موقع پر انعام کے طور پر بھی زکوٰۃ کا روپیہ دے سکتا ہے،

کن رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینا ناجائز ہے

س؛ کن رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینا ناجائز ہے؟

ج؛ اس کے متعلق مسئلہ یہ ہے کہ زکوٰۃ دینے والا جن کی اولاد سے یہ خود ہے ان کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں، جیسے:-

ماں، باپ، دادا، دادی، نانا، نانی، پردادا، پردادی، پرنانا، پرنانی وغیرہ،

دوسرے یہ کہ جو اولاد اس سے پیدا ہوئی ہو ان کو بھی زکوٰۃ دینا جائز نہیں، جیسے:-

بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، نواسا، نواسی اور جو اُن کی اولاد میں ہوں ان سب کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں، (ہدایہ)

س؛ کیا شوہر بیوی کو اور بیوی شوہر کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں؟

دونوں ایک دوسرے کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے، اگر دیدی تو ادا نہ ہوگی (ہدایہ)

جن رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینی جائز نہیں ان کی دوسرے طریقہ سے امداد کرتا رہے،

کن چیزوں پر زکوٰۃ فرض نہیں

س: کیا ایسی بھی چیزیں ہیں جن پر زکوٰۃ فرض نہیں؟

ج: جی ہاں! ایسی بھی بہت سی چیزیں ہیں، جن پر زکوٰۃ فرض نہیں، مثلاً:- (۱) تانبہ، پیتل، لوہا، اسٹیل، ایلومنیم، گلٹ، رانگا وغیرہ یا ان چیزوں کے بنے ہوئے برتن، اگر یہ چیزیں تجارت کے لئے نہ ہوں، بلکہ اپنے استعمال کے لئے ہوں، تو اُن پر زکوٰۃ نہیں،

(۲) گھر کا اسباب مثلاً پتیلیاں، دیگچے و دیگچیاں، بڑی دیگ، سینی لگن، اور کھانے پینے کے برتن، یہ سامان خواہ کتنی ہی مقداریں ہو چاہے روزمرہ کے استعمال آتا ہو یا نہ آتا ہو ان سب پر زکوٰۃ نہیں،

(۳) ذاتی استعمال کے کپڑے خواہ کتنے ہی ہوں، اگر تجارت کے لئے نہ ہوں تو اُن پر بھی زکوٰۃ نہیں،

حتیٰ کہ بہت سی عورتیں اپنی شادی کے وقت جہیز میں قیمتی کپڑے لے آتی ہیں، اگر ان میں بقدرِ نصاب سچا گوٹہ، ٹھپہ لگا ہوا نہ ہو تو

اُن پر بھی زکوٰۃ نہیں،

(۴) ذاتی استعمال کے لئے سچے موتیوں یا ہیروں کا ہار خواہ کتنا ہی قیمتی ہو اس پر بھی زکوٰۃ نہیں،

(۵) اسی طرح دُکان میں سامان وغیرہ رکھنے کے لئے جو الماریاں (شوکیس) لگی ہوئی ہوتی ہیں یا گھر میں صوفہ سیٹ وغیرہ ہوتا ہے اِن سب چیزوں پر بھی زکوٰۃ واجب نہیں،

(۶) بہت سے دُکان دار سائیکل کرایہ پر دینے کا کاروبار کرتے ہیں اُن پر بھی زکوٰۃ واجب نہیں،

(۷) ڈیکوریشن والے جو چیزیں کرایہ پر چلاتے ہیں اس پر بھی زکوٰۃ نہیں لیکن اِن چیزوں کے کرایہ سے جو روپیہ حاصل ہوتا ہے اگر ایک سال پورا گذرنے پر وہ بقدر نصاب ہو تو اس پر زکوٰۃ واجب ہے،

(۸) علماء، حکماء یا وکلاء کے پاس جو کتابیں اپنے ذاتی مطالعہ کے لئے ہوں خواہ وہ کتنی ہی ہوں اور جتنی بھی قیمتی ہوں تو اُن پر بھی زکوٰۃ نہیں،

(۹) ٹیکسی، بے بی ٹیکسی، بسیں جو کرایہ پر چلتی ہیں اُن پر بھی زکوٰۃ نہیں، نیز اگر کسی کے پاس اپنے ذاتی استعمال کے لئے اسکوٹر یا موٹر کار، یا ریفریجریٹر ہو تو اُن پر بھی زکوٰۃ نہیں، البتہ کرایہ پر چلنے والی ٹیکسیوں، بسوں کی آمدنی اگر ایک سال گذرنے کے بعد

مقدار نصاب کی برابر موجود ہو تو اس پر زکوٰۃ واجب ہے،

(۱۰) اسی طرح کارخانہ یا پریس میں لگی ہوئی مشینوں پر بھی زکوٰۃ نہیں،

خلاصہ یہ کہ سونے چاندی کے علاوہ جتنا بھی مال واسباب ہو اگر وہ تجارت کے لئے نہ ہو تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی، (درمختار، شامی وغیرہ)

کن چیزوں پر زکوٰۃ فرض ہے

س: شرعاً کن چیزوں پر زکوٰۃ فرض ہے؟

ج: بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن پر شریعت نے زکوٰۃ فرض کی ہے مثلاً:

(۱) چاندی، سونے کے زیورات یا برتن، سچا، گوٹہ ٹھپہ، ان سب پر زکوٰۃ فرض ہے،

یہ چیزیں خواہ اپنے استعمال میں آتی ہوں یا ویسے ہی رکھی ہوں اگر مقدار نصاب کی برابر ہوں تو اُن پر زکوٰۃ فرض ہے،

(۲) مالِ تجارت، یعنی جو مال تجارت کی نیت سے خریدا ہوا اور اس کی قیمت مقدارِ نصاب کی برابر ہو تو اس پر بھی زکوٰۃ فرض ہے

مالِ تجارت وہ کہلاتا ہے جو فروخت کرنے اور نفع کمانے کے لئے ہو جیسے غلّہ، کپڑا، جوتے، ہوزری وغیرہ کا سامان، پرچون وکریانہ کا سامان وغیرہ،

ان کے علاوہ اور تفصیلی مسائل بہت سے ہیں جو اسی کتاب میں اپنی جگہ پر بیان کئے گئے ہیں، وقت ضرورت وہاں دیکھ لیا جائے مندرجہ بالا مسائل بھی چونکہ اسی کتاب میں دوسری جگہ بیان کئے جا چکے ہیں، اس لئے یہاں اُن کے حوالے لکھنا ضروری نہیں سمجھا گیا،

نصابِ زکوٰۃ کے مسائل

س ؛ نصاب کا کیا مطلب ہے ؟

ج ؛ شریعت نے چاندی، سونے وغیرہ کی جس مقدار پر زکوٰۃ فرض کی ہے اس کو نصاب کہتے ہیں، جس شخص کے پاس اتنی مقدار میں مالِ زکوٰۃ ہو اسے صاحبِ نصاب کہتے ہیں،

س ؛ زکوٰۃ کا نصاب کیا ہے ؟

ج چاندی یا اس کے زیور کا نصاب ۵۲ ½ ساڑھے باون تولہ، اور سونے یا اس کے زیور کا نصاب ۷ ½ ساڑھے سات تولہ ہے (ہدایہ)

س ؛ ان بیان کردہ چیزوں کی زکوٰۃ کا حساب اور طریقہ کیا ہے ؟

ج ، چاندی یا سونے اور ان کے زیورات اور تجارت کے مال پر چالیسویں حصّہ کے حساب سے زکوٰۃ دی جائے گی، یعنی یہ چیزیں

جب نصابِ مقررہ کو پہونچ جائیں تو سال گذرنے پر اس مقدار کا چالیسواں حصّہ زکوٰۃ میں دیدیا جائے گا (ہدایہ)

س: صاحبِ نصاب پر زکوٰۃ کب فرض ہوتی ہے؟

ج: جو صاحبِ نصاب ہو اور اس کے مال پر ایک سال پورا گذر جائے، تو فوراً زکوٰۃ ادا کردے، دیر لگانا گناہ کی بات ہے، اس لئے گناہ سے توبہ بھی کرے اور زکوٰۃ بھی ادا کرے (درّ مختار)

س: اگر کسی صاحبِ نصاب کا مال درمیانِ سال میں کم ہو جائے، تو اس کا کیا حکم ہے؟

ج: اگر درمیان سال میں مال کم ہوگیا اور سال پورا ہونے سے پہلے وہ مال پھر آگیا، تو سال پورا ہونے پر زکوٰۃ واجب ہے، درمیانِ سال کی کمی کا کوئی اعتبار نہیں (ہدایہ)

س: کسی کے پاس نصاب کی مقدار میں چاندی یا سونا ہے اس پر ابھی ایک سال نہیں گذرا تھا تو اس مقدار میں اور اضافہ ہوگیا، تو اس کے متعلق کیا حکم ہے؟

ج: جو مقدار بعد میں بڑھی ہے اس کی زکوٰۃ بھی پہلے رکھے ہوئے مال کے ساتھ سال پورا ہونے پر شامل کرکے دینی ہوگی، اور یہ سمجھا جائے گا کہ اضافہ شدہ چاندی یا سونا بھی پہلے والے مال کے ساتھ ابتدائے سال سے شامل ہے، (ہدایہ)

مولانا تھانویؒ اس مسئلہ کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"کسی کے پاس سو تولے چاندی رکھی ہوئی تھی، پھر سال گذرنے سے پہلے دو چار تولہ سونا آگیا، یا نو دس تولہ سونا مل گیا تب بھی اس کا حساب الگ نہ کیا جاوے گا، بلکہ اس چاندی کے ساتھ ملا کر زکوٰۃ کا حساب ہوگا، پس جب اس چاندی کا سال پورا ہو جاوے گا تو اس سب مال کی زکوٰۃ... واجب ہوگی (بہشتی زیور)

س: کسی کے پاس نصاب کی مقدار میں نہ چاندی ہے نہ سونا تو اس کا کیا حکم ہے؟

ج: اگر دونوں چیزوں کو ملا کر ان کی قیمت ساڑھے باون تولے چاندی کے برابر ہو جائے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہے (درمختار)

س: کسی کے پاس مقدارِ نصاب میں چاندی یا سونا یا نقد روپیہ موجود ہے، مگر اتنا ہی قرضدار بھی ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟

ج: ایسی صورت میں زکوٰۃ واجب نہیں رہتی، یعنی معاف ہو جاتی ہے (عالمگیری)

س: اگر کسی کا سارا مال چوری ہو جائے، یا کسی اور طرح ضائع ہو جائے تو اس کے متعلق کیا حکم ہے؟

ج: جب مال ختم ہو گیا تو زکوٰۃ بھی معاف ہو گئی، اب خدا کرے

قسمت سے جب دوبارہ مال آجائے تو جب سے مال آیا ہے اس وقت سے حساب کرکے ایک سال گذرنے پر زکوٰۃ دی جائے گی (ہدایہ)

زیورات کی زکوٰۃ کے مسائل

س؛ عورتوں کے پاس پہننے کے لئے چاندی سونے کے جو زیورات ہوتے ہیں وہ فروخت کے لئے نہیں ہوتے تو کیا اُن پر بھی زکوٰۃ واجب ہے؟

ج؛ جی ہاں! اس قسم کے زیورات پر بھی زکوٰۃ فرض ہے، کیونکہ شریعت نے چاندی اور سونے کو خواہ وہ کسی بھی شکل میں ہو مالِ نامی شمار کیا ہے، خواہ اس کا کوئی زیور ہی بناکر رکھ لے (ہدایہ)

اس لئے اگر وہ زیور بقدرِ نصاب ہو تو ایک سال پورا گذرنے پر اس کی زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے،

س؛ کیا اس زیور پر ہر سال زکوٰۃ ہے؟

ج؛ جی ہاں ہر سال زکوٰۃ واجب ہو (فت ج ۶ ص ۱۰۹)

اور جب تک یہ زیور رہے گا ہمیشہ ہر سال اسکی زکوٰۃ دینی ہوگی،

س؛ اگر کسی کے پاس زیور کے علاوہ زکوٰۃ ادا کرنے کے لئے نقد روپیہ ہی نہ ہو تو کیا کرے؟

ج؛ اگر ایسی صورت ہو تو اس موجود زیور پر جتنی مقدار زکوٰۃ

واجب ہے، اتنی مقدار میں اس میں سے زیور نکال کر فروخت کرکے زکوٰۃ دیدے (فت ج ۶ ص ۱۰۹)

اور یہ صورت بھی جائز ہے کہ اگر زیور کم کرنے میں تکلیف ہو تو تھوڑی تھوڑی کرکے قسطوں میں ادا کردے،

س ؛ اگر زیور میں کھوٹ ملا ہوا ہو تو کیا اس کی بھی زکوٰۃ دینی ہوگی ؟

ج ؛ اگر کھوٹ وضع کرنے کے بعد چاندی یا سونا مقدارِ نصاب کو پہونچ جائے تو اس کی زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے، اور کھوٹ نکالنے کے بعد مقدارِ نصاب کو نہ پہونچے، تو زکوٰۃ واجب نہیں (درمختار)

خلاصہ یہ کہ جو چیز غالب ہو تو وہی چیز شمار ہوگی، سونا یا چاندی زیادہ ہو تو سونے چاندی میں شمار ہوگا، کھوٹ غالب ہو تو کھوٹ میں شمار ہوگا،

س ؛ زیور کی زکوٰۃ زوجہ پر فرض ہے یا اس کے شوہر پر ؟

ج ؛ جو زیور زوجہ کی ملکیت ہو اس کی زکوٰۃ زوجہ کو ادا کرنی واجب ہے (فت ج ۶)

مگر چونکہ ہمارے ہاں کی عورتیں گھر کے کام کاج میں مصروف رہتے ہوئے شوہر کے تابع ہوتی ہیں، اس لئے شوہر کو چاہئے زکوٰۃ کا روپیہ اپنی زوجہ کو دیدے تاکہ وہ زکوٰۃ ادا کرسکے،

اور اگر شوہر نہ دے تو پھر زوجہ اپنے زیور میں سے فروخت کر کے زکوٰۃ ادا کرے، یا قسطوں میں تھوڑی تھوڑی ادا کرتی رہے،

س ؛ دُلہن کو اس کے والدین یا دُولہا والوں کی طرف سے جو زیور دیا جاتا ہے اس کی زکوٰۃ کس کے ذمہ ہے ؟

ج ؛ دُلہن کے والدین نے جو زیور اپنی بیٹی کو دیا ہے اس کی مالکہ دُلہن ہی، اس لئے اُس کی زکوٰۃ بھی اسی پر واجب ہے، اور جو زیور دُولہا کے باپ نے چڑھایا ہے وہ عرف اور رواج کے مطابق زوجہ کی ملکیت نہیں ہوتا، لہٰذا اس کی زکوٰۃ دُولہا کا باپ ادا کرے یا دُولہا ادا کرے، (فت ج ۲ ص ۱۲۲)

س ؛ کسی بیوہ عورت کے پاس زیور یا روپیہ ہے مگر ساتھ ہی اس کی ایک یا دو بیٹیاں غیر شادی شدہ بھی ہیں، تو کیا ایسی صورت میں بھی زکوٰۃ ہے ؟

ج ؛ جی ہاں ! ایسی صورت میں بھی اُس زیور پر زکوٰۃ واجب ہے (بدائع)

س ؛ بعض زیورات پر جڑاؤ ہوتا ہے، مثلاً نگینے لگے ہوئے ہوتے ہیں، تو کیا اُن کی بھی زکوٰۃ دینی ہوگی،

ج ؛ ایسے زیور کی نگینوں کو وزن میں شامل کئے بغیر زکوٰۃ ادا کی جائے گی،

(فت، ج ۲، ص ۱۲۱)

س ؛ بعض قیمتی کپڑوں پر گوٹہ ٹھپہ ٹکا ہوا ہوتا ہے، سنا ہے اس پر بھی زکوٰۃ ہے؟

ج ؛ مولانا تھانویؒ لکھتے ہیں :۔

"سونے چاندی کے زیور اور برتن اور سچا گوٹہ ٹھپہ سب پر زکوٰۃ واجب ہے، چاہے پہنتی رہتی ہو یا بند رکھے ہوں، اور کبھی نہ پہنتی ہو، غرضیکہ چاندی سونے کی ہر چیز پر زکوٰۃ واجب ہے، البتہ اگر مقدارِ نصاب سے کم ہو تو زکوٰۃ واجب نہ ہوگی (بہشتی زیور بحوالہ ہدایہ)

س ؛ جواہرات کے زیورات پر زکوٰۃ ہے یا نہیں ؟

ج ؛ جواہرات کے زیورات پر زکوٰۃ نہیں بشرطیکہ یہ زیورات تجارت کے لئے نہ ہوں، اگر تجارت کے لئے ہوں تو اُن پر بھی زکوٰۃ واجب ہے، (فت ج ۶ ص ۱۳۰)

زیورات کی زکوٰۃ نکالنے کا طریقہ

س ؛ زیورات کی زکوٰۃ نکالنے کا کیا طریقہ ہے ؟

ج ؛ زیورات کی زکوٰۃ کا طریقہ یہ ہے کہ ان کا وزن کر کے چالیسواں حصہ زکوٰۃ ادا کر دے، گویا زکوٰۃ میں وزن کا اعتبار ہے قیمت کا نہیں اور اگر کوئی روپے سے زکوٰۃ ادا کرنا چاہے تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ زکوٰۃ ادا کرتے وقت بازار کے بھاؤ سے نکالے،

مثلاً سونا ساڑھے سات تولہ ہے، تو اس کا چالیسواں حصہ جتنا بنتا ہو اور بازار میں اُس وقت اُس کی جتنی قیمت ہوتی ہو وہ قیمت زکوٰۃ میں ادا کر دے، یا چالیسویں حصہ کا جتنا سونا بنتا ہو اتنا سونا دیدے، (فت ج ۶ ص ۱۲۴)

تجارتی مال کی زکوٰۃ کے مسائل

س ؛ مالِ تجارت کس کو کہتے ہیں ؟

ج ؛ جو مال تجارت کی غرض سے خریدا جائے وہ مالِ تجارت کہلاتا ہے، (ہدایہ) اگر کسی شخص نے اپنے گھر کے خرچ کے لئے یا شادی بیاہ میں خرچ کے لئے چاول خریدے، پھر ارادہ بدل گیا، کہ لاؤ اس کو فروخت کر دیں تو یہ تجارت میں شمار نہیں، اس لئے اس پر زکوٰۃ نہیں آئے گی (بہشتی زیور بحوالہ ہدایہ)

س ؛ مالِ تجارت کی کتنی مقدار پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے ؟

ج ؛ جو مال ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے بقدر ہو تو اس پر ایک سال گذرنے کے بعد زکوٰۃ واجب ہوتی ہے،

س ؛ تجارتی مال کی زکوٰۃ نکالنے کا کیا طریقہ ہے ؟

ج ؛ ایسے مال کا حساب کر لیا جائے کہ کتنی مالیت کا ہے، اس کے

بعد چالیسواں حصہ زکوٰۃ دیدی جائے (درمختار)

س ؛ مالِ تجارت کی زکوٰۃ خرید کے حساب سے دی جائے گی، یا موجودہ بازار کے نرخ سے؟

ج ؛ مالِ تجارت کی جو قیمت زکوٰۃ دیتے وقت بازار میں ہو اس حساب سے زکوٰۃ دی جائے گی، خواہ اس وقت قیمت خریداری کے وقت سے زیادہ ہو یا کم (فت ج ۶ ص ۱۴۱)

س ؛ جس مال کی قیمت گھٹتی بڑھتی رہتی ہے تو اس کی زکوٰۃ کس حساب سے دی جائے گی؟

ج ؛ زکوٰۃ فرض ہونے کے وقت اس مال کی جو قیمت ہو اس حساب سے دی جائے گی، (درمختار)

س ؛ اگر تجارت میں روپیہ قرض لیکر لگایا ہوا ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟

ج ؛ جتنا روپیہ قرض لے کر لگایا ہوا ہے اس پر زکوٰۃ نہیں، البتہ اگر قرض کی مقدار سے زیادہ ہو اور وہ زیادہ نصاب کی مقدار میں ہو تو اس پر زکوٰۃ واجب ہے (درمختار)

س ؛ کسی شخص نے اپنے کاروبار میں مثلاً دس ہزار روپیہ شروع سال میں لگایا، پھر سال ختم ہونے تک پندرہ ہزار روپے ہو گئے، تو وہ دس ہزار کی زکوٰۃ دے یا پندرہ ہزار کی؟

ج ؛ ایسے شخص کو پندرہ ہزار روپے کی زکوٰۃ دینی ہوگی (فت ج ۶ ص)

س ؛ اگر کوئی سال پورا ہونے سے پہلے زکوٰۃ دیدے، یا دو سال کی پیشگی ادا کردے تو کیا حکم ہے ؟

ج ؛ اگر کوئی مالدار آدمی جس پر زکوٰۃ فرض ہے اور سال پورا ہونے سے پہلے زکوٰۃ دینی چاہے تو پیشگی بھی دے سکتا ہے، (ھدایہ)

س ؛ بعض کاروبار ایسے ہیں کہ اُن میں بے شمار اشیاء ہوتی ہیں، جیسے کریانہ کی دُکان یا یونانی ادویات تو کیا ایسے کاروبار کی زکوٰۃ اندازہ سے دے سکتا ہے ؟

ج ؛ اس قسم کے کاروبار میں ایسا کیا جائے کہ سال کے اخیر میں موجود مال میں سے جو فروختگی کی میزان ہو اس کو منہا کرکے باقی کی زکوٰۃ ادا کردے،
اسی طرح کریانہ کی دُکان میں اندازہ لگالے اور اندازہ لگاتے وقت کچھ زیادہ ہی لگائے تاکہ زکوٰۃ کم ادا نہ ہو، اگر کم اندازہ لگاکر زکوٰۃ دی تو زیادہ والے حصّہ کی زکوٰۃ ذمہ پر واجب رہے گی، (فت ج ۲ ص ۱۴۰)

س ؛ بہت سے خریدار قرض سودا سُلف لے لیتے ہیں، اُن میں سے بعض لوگ قرض ادا نہیں کرتے اس کے متعلق کیا حکم ہے ؟

ج ؛ جو روپیہ قرض میں پھنسا ہوا ہے اس کی زکوٰۃ بھی واجب ہے

البتہ اس میں یہ رعایت اور سہولت ہے کہ قرض وصول ہونے کے بعد زکوٰۃ دیدے،

اگر کسی سے یہ قرضہ دو تین سالوں میں وصول ہوا تو ان سب سالوں کی زکوٰۃ دینی بھی واجب ہے (فت ج ۶ ص ۱۴۴)

س: بہت سے تاجر اپنا مال فروخت کرنے کے لئے بیوپاری کے حوالہ کر دیتے ہیں، اس کی زکوٰۃ کا کیا طریقہ ہے؟

ج: ایسے مال کی زکوٰۃ بیوپاری سے روپیہ وصول ہونے پر ادا کرنی چاہیئے، اگر یہ روپیہ کئی سال میں وصول ہو تو سب سالوں کی زکوٰۃ ادا کرے (فت ج ۶ ص ۱۴۷)

س: بعض کتب خانہ والے فروخت کرنے کے لئے کتابیں چھپواتے ہیں، وہ ان کی زکوٰۃ نکالیں یا نہ نکالیں، نکالیں تو کس حساب سے؟

ج: ایسی کتابوں کی زکوٰۃ نکالنی ضروری ہے، کیونکہ یہ تجارت کے لئے ہیں، کتابوں پر زکوٰۃ تاجرانہ فروخت کے حساب سے ادا کی جائے گی، (درمختار)

س: حدیث و تفسیر کی اسی طرح دیگر مذہبی کتابیں اگر کسی کے پاس مطالعہ اور اپنے پڑھنے کے لئے ہوں تو ان پر زکوٰۃ ہے یا نہیں؟

ج: چونکہ یہ کتابیں پڑھنے اور ذاتی مطالعہ کیلئے ہیں اس لئے اُن پر زکوٰۃ نہیں، البتہ اگر تجارت کیلئے یہ کتابیں ہوں تو پھر زکوٰۃ

واجب ہے (درمختار)

س ؛ کسی نے کوئی مال اپنے ذاتی استعمال کے لئے خریدا اس کے بعد اس کو فروخت کرنے کا ارادہ ہو گیا اور سال پورا گذرنے تک وہ فروخت نہیں ہوا تو اس کا کیا حکم ہے؟

ج ؛ یہ مال تجارتی شمار نہیں ہوگا، بلکہ جو نیت خریدتے وقت تھی وہی معتبر ہوگی، اور اس پر زکوٰۃ نہیں آئے گی، کیونکہ خریدتے وقت تجارت کی نیت نہ تھی، (ہدایہ)

زکوٰۃ کے مختلف اور اہم مسائل

اب ہم اس عنوان کے تحت وقت کی ضرورت کے ایسے مسائل بیان کرتے ہیں جن سے آجکل لوگوں کو سابقہ پڑتا رہتا ہے،

حج کی نیت سے رکھے ہوئے روپے پر زکوٰۃ ہے یا نہیں؟

س: ایک شخص نے حج کے لئے تھوڑا تھوڑا روپیہ جمع کیا تو کیا اس روپے پر بھی زکوٰۃ لازم ہے؟

ج: جی ہاں! حج کے لئے جمع کردہ روپیہ بھی اگر مقدارِ نصاب کو پہونچ جائے، تو ایک سال پورا ہونے پر اس پر بھی زکوٰۃ واجب ہے، جب تک وہ روپیہ خرچ نہ ہو جائے اگر اس کو رکھے ہوئے کئی سال گذر جائیں تو ہر سال اس کی زکوٰۃ دینی لازمی اور ضروری ہے، (فت ج ۶ ص ۱۱۶)

نقد رکھے ہوئے روپے پر زکوٰۃ ہے یا نہیں؟

س: کسی کے پاس نقد روپیہ رکھا ہوا ہے تو اس پر زکوٰۃ ہے یا نہیں؟

ج: اگر وہ جمع رکھا ہوا روپیہ مقدارِ نصاب کو پہونچ گیا ہے تو ایک سال پورا گذرنے پر زکوٰۃ واجب ہے، (فت ج ۶ ص ۶۴)

س ؛ اگر سال پورا ہونے سے پہلے اس رکھے ہوئے روپے سے بلڈنگ خریدلی تو اب کیا حکم ہے ؟

ج ؛ جب اس رکھے ہوئے روپے سے بلڈنگ خریدلی تو زکوٰۃ کا وجوب ختم ہوگیا، اور اگر وہ بلڈنگ فروخت کردی تو فروخت کے بعد نقد روپے پر جب ایک سال گذر جائے تو زکوٰۃ واجب ہوگی، اور جب تک یہ روپیہ جمع رکھا رہیگا ہر سال اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی (فت ج ۶ ص ۱۲۸)

نابالغ اور مجنون پر زکوٰۃ کا بیان

س ؛ نابالغ اور مجنون پر زکوٰۃ فرض ہے یا نہیں ؟

ج ؛ فرضیتِ زکوٰۃ کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ آدمی عاقل، بالغ ہو، مجنون اور دیوانہ نہ ہو، کیونکہ مجنون اور نابالغ پر زکوٰۃ فرض نہیں (ہدایہ)

س ؛ زید فوت ہوگیا، تو اس کا ترکہ نابالغ بچوں کو بھی پہونچا، گویا وہ نابالغ بچے صاحبِ نصاب ہوگئے، تو اُن پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں ؟

ج ؛ ان نابالغ بچوں پر باوجود مالدار اور صاحبِ نصاب ہونے کے زکوٰۃ واجب نہیں، (فت ج ۶ ص ۷۶)

س ؛ نابالغ بچوں کے ولی اور سرپرست نے ان کی رقم اپنی رقم کے ساتھ کاروبار میں لگا رکھی ہے اس کے متعلق کیا حکم ہے؟

ج ؛ ولی اور سرپرست پر اپنی رقم کی زکوٰۃ واجب ہے، نابالغ بچوں کی رقم کی زکوٰۃ واجب نہیں (فت ج ۶ ص ۷۶)

نیوتہ کے روپے پر زکوٰۃ کا بیان

س ؛ بعض لوگ ایسا کرتے ہیں کہ دس پانچ آدمی مل کر پتی ڈالتے ہیں، جس کو عرف میں نیوتہ کہتے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟

ج ؛ نیوتہ میں جمع کردہ رقم اگر مقدارِ نصاب کو پہونچ گئی تو سال گذرنے پر اس پر بھی زکوٰۃ فرض ہے، اور جتنے لوگوں کا اس میں روپیہ شامل ہے بقدر نصاب ہونے کے ہر ایک پر زکوٰۃ فرض ہے (فت ج ۶ ص ۵۴)

میّت کے گور و کفن میں زکوٰۃ کا روپیہ صرف کرنا

س ؛ میّت کے گور و کفن میں زکوٰۃ کا روپیہ صرف کرنا کیسا ہے؟

ج ؛ میّت کے کفن دفن میں زکوٰۃ کا روپیہ صرف کرنا جائز نہیں، کیونکہ ادائے زکوٰۃ کے لئے تملیک شرط ہے، اور میت میں یہ شرط نہیں پائی جاتی، کہ وہ روپیہ لے سکے، جب لے نہیں سکتا تو اپنی

مرضی سے صرف کرنا تو بڑی بات ہے، اس لئے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی (درمختار)
چنانچہ فقہ حنفیہ کی مشہور کتاب ہدایہ میں ہے:-
"اور زکوٰۃ کے روپیہ سے میت کو کفن نہیں دیا جا سکتا بوجہ وصفِ تملیک نہ پائے جانے کے، کیونکہ تملیک زکوٰۃ کا رکن اور شرط ہے (ہدایہ، کتاب الزکوٰۃ)

زکوٰۃ کے روپیہ سے ایصالِ ثواب کرنا

س: کسی مسلمان میت کو زکوٰۃ کے روپے سے ایصالِ ثواب کرنا کیسا ہے؟

ج: زکوٰۃ کے روپے سے خواہ میت اپنے کسی رشتہ دار کی ہو یا عام مسلمان کی، کسی کو بھی ایصالِ ثواب جائز نہیں، کیونکہ اس صورت میں بھی تملیک نہیں ہوتی جو ادائے زکوٰۃ کے لئے شرط ہے (ھدایہ)

زکوٰۃ کا روپیہ مسجد کی تعمیر وغیرہ پر صرف کرنا

س: زکوٰۃ کے روپیہ سے مسجد کی تعمیر وغیرہ کرنا کیسا ہے؟

ج: زکوٰۃ کے روپیہ سے مسجد کی تعمیر جائز نہیں، کیونکہ مسجد خانۂ خدا ہے، جو عبادت کے لئے بنائی جاتی ہے، کوئی انسان اس کا

مالک نہیں ہوتا،
اس لئے مسجد کی تعمیر و مرمّت وغیرہ میں زکوٰۃ کا روپیہ صرف کرنا جائز نہیں، اگر صرف کر دیا تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی،
اسی طرح زکوٰۃ کے رُوپے سے مسجد کا فرش یا کنواں یا غسل خانہ بنوانا بھی جائز نہیں
ایسے ہی زکوٰۃ کے روپے سے مسجد کی دریاں بنوا دینا یہ بھی جائز نہیں، (درمختار)
ان سب کاموں میں احتیاط کرنا لازمی اور ضروری ہے،

زکوٰۃ کے رُوپیہ سے امام اور مؤذن کی تنخواہ دینا کیسا ہے

س: زکوٰۃ کے روپیہ سے امام یا مؤذن کی تنخواہ دینا کیسا ہے؟
ج: زکوٰۃ کے روپے سے امام اور مؤذن کی تنخواہ دینا بھی جائز نہیں، کیونکہ تنخواہ تو ان حضرات کا حقِ خدمت ہے، اس لئے معاوضہ میں زکوٰۃ کا روپیہ دینا جائز نہیں،
(فت ج ۶ ص ۲۱۳ و ۲۰۴)

چرمِ قربانی یا صدقۂ فطر کی قیمت مسجد یا عیدگاہ کی تعمیر پر صرف کرنا

س ؛ چرم قربانی یا صدقۂ فطر کی قیمت مسجد یا عیدگاہ کی تعمیر پر صرف کرنا کیسا ہے؟

ج ؛ چرم قربانی اور ایسے ہی صدقۂ فطر کا روپیہ مسجد یا عیدگاہ کی تعمیر میں صرف کرنا زکوٰۃ کی طرح ناجائز ہے، اور ان میں بھی زکوٰۃ کی طرح تملیک اور مستحق ہونا شرط ہے،

چونکہ مسجد اور عیدگاہ دونوں خدا کے گھر اور عبادت کے لئے ہیں، اور ان کا کوئی انسان مالک نہیں ہوتا، اس لئے ان میں چرمِ قربانی یا صدقۂ فطر کی قیمت صرف کرنے میں تملیک کی شرط نہیں پائی جاتی، لہٰذا ناجائز ہے، (فت ج ۱ ص ۲۹۶)

دینی مدارس میں زکوٰۃ کا روپیہ صرف کرنا

س ؛ زکوٰۃ کے روپے سے دینی مدارس کی تعمیر جائز ہے یا نہیں؟

ج ؛ زکوٰۃ کے روپے سے دینی مدارس کی تعمیر جائز نہیں کیونکہ اس میں تملیک نہیں ہوتی اور زکوٰۃ میں تملیک شرط ہے، (درمختار)

س ؛ زکوٰۃ کے روپے سے دینی مدارس کے مدرسین کی تنخواہ دے سکتے ہیں یا نہیں؟

ج : مدرسین کی تنخواہ ان کی محنت کے صلہ میں دی جاتی ہے، اس لئے یہ تنخواہ زکوٰۃ کے روپے سے دینا جائز نہیں، (فت ج ۶ ص ۲۰۸)

زکوٰۃ کا روپیہ مدارسِ اسلامیہ میں صرف کرنے کا طریقہ

س : ادائے زکوٰۃ کے لئے یہ حکم ہے کہ ایسے شخص کو دی جائے جس کے متعلق معلوم ہو کہ یہ شخص واقعی مستحق زکوٰۃ ہے، مدارس کے طلباء کا حال تو معلوم ہونا مشکل کام ہے، اس لئے وہاں ادائے زکوٰۃ کی کیا صورت ہونی چاہیئے ؟

ج : مدارسِ اسلامیہ میں زکوٰۃ کا روپیہ صحیح طریقہ پر خرچ کرنے کی بہترین صورت یہ ہوتی ہے کہ مدارس کے مہتمم یا ناظم کو زکوٰۃ کی رقم دیکر وکیل بنا دیا جائے، کہ یہ حضرات اس روپے کو اس کے مستحقین پر صرف کردیں، یہ حضرات شریعت کے قواعد و ضوابط کی روشنی میں وہ روپیہ صرف کردیں گے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی، (فت ج ۲ ص ۱۶۷)

زکوٰۃ کے روپیہ سے مدرسہ کو کتابیں دلانا

س : زکوٰۃ کے روپے سے دینی مدارس کو اگر کتابیں خرید کر دیدی جائیں تو زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں ؟

ج : مدارسِ اسلامیہ میں یہ قاعدہ ہے کہ یہ کتابیں مدرسہ میں داخل شدہ

طلباء کو پڑھنے کے لئے دی جاتی ہیں، اور سال ختم ہونے پر ان سے واپس لے لی جاتی ہیں، گویا ان کتابوں پر طلباء کی تملیک ثابت نہیں ہوتی، اس لئے زکوٰۃ بھی ادا نہیں ہوتی،

س ؛ کسی مدرسہ کی مالی حالت خستہ ہو اور مدرسہ سرمایہ نہ ہونے کی وجہ سے قریب الختم ہو تو کیا ایسی حالت میں بھی زکوٰۃ کے روپے سے مدرسہ کی امداد نہیں کر سکتے ؟

ج ؛ اگر اس قسم کا کوئی دینی مدرسہ ہو تو زکوٰۃ کے روپے سے حیلہ تملیک کی صورت میں امداد کر سکتے ہیں (فت ج ۶ ص ۱۹۸)

زکوٰۃ کے روپیہ سے کسی طالب علم کو کتابیں خرید کر دیدینا

س ؛ اگر کسی مستحق طالب علم کو کتابیں خرید کر دیدی جائیں تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی یا نہیں ؟

ج ؛ اگر مستحق طالب علم کو کتابیں خرید کر دیدی جائیں تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی، کیونکہ کتابیں طالب علم کی ملکیت کر دیگئیں (درمختار)

زکوٰۃ کے روپیہ سے کسی طالب علم کو کپڑے وغیرہ بنا دینا

س ؛ بہت سے مخیر حضرات سردی کے موسم میں طلباء کو لحاف بنا کر دیدیتے ہیں، اگر زکوٰۃ کے روپے سے بنا کر دیتے جائیں تو زکوٰۃ

ادا ہوگی یا نہیں؟

ج ؛ اگر لحاف یا کمبل یا پہننے کے کپڑے مستحق طلباء کی ملکیت کر دیئے جائیں تو بلاشبہ زکوٰۃ ادا ہو جائے گی (فت ج ۶ ص ۱۹۶)

زکوٰۃ کے روپیہ سے کتابیں خرید کر اگر اپنے مطالعہ میں رکھے

س ؛ ایک شخص اگر اپنی زکوٰۃ کے روپے سے کتابیں خرید کر اپنے مطالعہ میں رکھے تو زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟

ج ؛ اس صورت میں زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، کیونکہ یہ کتابیں خود صاحبِ زکوٰۃ کی ملکیت ہیں، اگر کسی مستحق کی ملک کر دیتا اور وقتِ ضرورت اس سے مطالعہ کے لئے لے لیتا تو زکوٰۃ ادا ہو جاتی (درمختار)

زکوٰۃ کے روپیہ سے لائبریری قائم کرنا

س ؛ اپنی زکوٰۃ کے روپے سے کتابیں خرید کر اگر کوئی لائبریری بنادے کہ جو شخص چاہے لائبریری میں جا کر مطالعہ کرے تو زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟

ج ؛ اگر کوئی شخص اپنے اوپر واجب زکوٰۃ کے روپے سے کتابیں خرید کر لائبریری کی صورت میں ایک جگہ رکھ دے کہ لوگ اس سے مطالعہ کر کے دینی فائدہ اٹھاتے رہیں تو اس طرح

زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، کیونکہ یہ کتابیں کسی کی تملیک میں نہیں دیگئیں، بلکہ غور کریں تو خود صاحبِ زکوٰۃ کی تحویل و ملکیت میں ہیں اس لئے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، (درمختار)

کسی اسلامیہ اسکول میں زکوٰۃ دینا کیسا ہے

س ؛ اگر کوئی اسلامیہ اسکول ہو کہ اس میں دینی اور دنیاوی تعلیم ہوتی ہو اور اُس کے اخراجات پورے نہ ہوتے ہوں تو اس میں زکوٰۃ کا روپیہ صرف ہو سکتا ہے یا نہیں ؟

ج ؛ ایسے اسکولوں میں ادائے زکوٰۃ کے لئے وہی شرط ہے کہ کوئی مستحقِ زکوٰۃ شخص ہو تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی، (فتح ج ۶ ص ۲۸۵) اس لئے انتظامیہ کمیٹی کو احتیاط سے کام لینا چاہئے، اگر کسی سے زکوٰۃ کا روپیہ لے لیا اور اس کو صحیح مصرف میں صرف نہ کیا تو تمام ممبر گنہگار ہوں گے اور خدا کے ہاں جواب دہی کرنا ہوگی،

زکوٰۃ کے روپیہ سے قرآن مجید خرید کر تقسیم کرنا ؛

س ؛ اگر کوئی زکوٰۃ کے روپے سے قرآن مجید خرید کر تقسیم کر دے تو زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں ؟

ج ؛ اگر یہ قرآن مستحقِ زکوٰۃ لوگوں کو تقسیم کئے گئے تو زکوٰۃ ادا

ادا ہو جائے گی،
اگر غیر مستحق اور مالدار لوگوں کو دیدیئے گئے تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی،
دوبارہ دینی پڑے گی (درمختار)

تبلیغی کاموں میں زکوٰۃ کا روپیہ صرف کرنا،

س: کیا زکوٰۃ کا روپیہ تبلیغ اسلام کے کاموں پر صرف کیا جا سکتا ہے؟
ج: زکوٰۃ کا روپیہ تبلیغ کے کاموں پر صرف نہیں کیا جا سکتا، البتہ اگر اگر کوئی تبلیغ کرنے والا شخص مستحق زکوٰۃ ہے تو وہ زکوٰۃ لیکر اپنی طرف سے تبلیغ اور اشاعت اسلام کے کاموں میں صرف کر سکتا ہے، گویا یہ بھی حیلۂ تملیک کی صورت ہے (درمختار)

س: کیا زکوٰۃ کے روپیہ سے مبلغین کی تنخواہ دے سکتے ہیں؟
ج: نہیں دے سکتے، کیونکہ مبلغ حضرات تبلیغ میں محنت سے کام کرتے ہیں، اس لئے ان کی محنت کا معاوضہ زکوٰۃ کے روپیہ سے نہیں دیا جا سکتا، (ردالمختار)

س: تبلیغی جلسوں پر زکوٰۃ کا روپیہ صرف کرنے سے زکوٰۃ ادا ہوتی ہے یا نہیں؟
ج: زکوٰۃ ادا ہونے کے لئے سب سے پہلی اور لازمی شرط تملیک ہے، جو تبلیغی جلسوں میں نہیں ہو سکتی، یعنی ایک مستحق زکوٰۃ شخص

زکوٰۃ کے روپے کو اپنی ملکیت میں لے، تبلیغی یا کوئی بھی مذہبی جلسہ ہو اس میں یہ شرط نہیں پائی جاتی، بلکہ جلسہ کے انتظام وغیرہ کے لئے کمیٹی ہوتی ہے (درمختار)

رفاہِ عام اداروں یا کسی انجمن کو زکوٰۃ کا روپیہ دینا

س ؛ آجکل بہت سے اللہ کے نیک بندے اپنی قوم اور مسلمانوں کی خدمت و امداد کے لئے رفاہی ادارے یا انجمن قائم کر لیتے ہیں، اگر ان اداروں کو زکوٰۃ دی جائے تو ادا ہوگی یا نہیں؟

ج ؛ اگر انجمن کے ذمہ دار حضرات زکوٰۃ کا روپیہ مستحق حضرات کو دیدیں مثلاً سردی کے زمانہ میں لحاف بنا کر یا کمبل خرید کر ان کی ملکیت میں دیدیں تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی،
لیکن یہ روپیہ انجمن یا اداروں کے تعمیری کاموں پر صرف کرنا ناجائز ہے، اگر صرف کر دیا تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی (فت ج ۶ ص ۲۳۳)

س ؛ کیا اس قسم کے ادارے اپنے ملازمین کو زکوٰۃ کے روپے میں سے تنخواہ دے سکتے ہیں؟

ج ؛ اس روپے سے ملازمین کو تنخواہ دینا جائز نہیں، منتظمین کو اس میں احتیاط کرنی چاہیئے (فت ج ۶ ص ۲۳۳)

ہسپتال اور شفاخانوں پر زکوٰۃ کا روپیہ صرف کرنا

س ؛ اگر رفاہِ عام اور خدمتِ خلق کا نیک کام سمجھ کر کوئی اللہ کا بندہ شفاخانہ قائم کردے تو اس میں زکوٰۃ کا روپیہ صرف کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

ج ؛ زکوٰۃ کے روپے سے ہسپتال یا شفاخانہ کی عمارت تعمیر نہیں کی جا سکتی، اور جو مریض اس شفاخانہ سے زکوٰۃ کے روپے سے دوا لیں ان کے لئے ایک شرط تو یہ ہے کہ وہ زکوٰۃ کا مستحق ہو، دوسرے دوا لینے والا مریض مسلمان ہو، اگر مریض میں یہ دونوں باتیں موجود ہوں تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی ورنہ نہیں،

خلاصہ یہ کہ زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے مستحق کی ملکیت اور مسلمان ہونا شرط ہے، ورنہ زکوٰۃ ادا نہ ہوگی،

(فت ج ۶ ص ۲۷۱)

رفاہی کام کرنیوالے اداروں سے
ضروری اپیل

بے شک خدمت خلق بہت ہی اچھا کام ہی، افضل الاشغال خدمت الناس مشہور ہی ہے، مگر اس خدمت کے شوق میں نئے نئے ادارے (خصوصاً چرم قربانی وصول کرنے کے لئے عید الاضحیٰ پر نکل آتے ہیں)۔

یہ ادارے چرم قربانی جمع کرکے اس کا روپیہ مستحقین پر صرف نہیں کرتے، بلکہ بینکوں میں جمع کرکے رکھ دیتے ہیں،

یاد رکھئے! دینے والوں نے کھال دیدی، اب مستحق لوگوں تک پہنچانا ادارہ کے ذمہ دار لوگوں کی ذمہ داری ہی، جب تک یہ رقم مستحق لوگوں تک نہیں پہونچے گی اس کا بوجھ بار ادارہ کے ذمہ دار لوگوں پر ہوگا،

زکوٰۃ میں حیلہ کا بیان

س : حیلۂ تملیک کا مطلب کیا ہے؟

ج : بعض دینی اور رفاہِ عام کے اداروں کی حالت ایسی ہوجاتی ہے کہ اگر ان کی امداد نہ کی جائے تو دین کا جو چشمہ اور فیض اُن کے ذریعہ جاری ہے وہ ختم ہوجائے اور دین کا کام رُک جائے،

مثلاً ایک ایسا دینی مدرسہ ہے جس کو لوگ اتنے عطیات نہیں دیتے کہ جن سے اُستادوں اور مُلازمینِ مدرسہ کو تنخواہ دی جائے، جب استادوں وغیرہ کو تنخواہ نہیں ملے گی، تو وہ کیسے کام کریں گے، مجبوراً سب مدرسہ چھوڑ کر چلے جائیں، نتیجہ یہ ہوگا کہ مدرسہ بند ہوجائے گا،

ایسی مجبوری کی حالت میں فقہاء نے اجازت دی ہے کہ اس قسم کے اداروں میں زکوٰۃ کا روپیہ حیلۂ تملیک کرکے منتظمینِ مدرسہ کو دیدیا جائے تاکہ وہ اس روپے سے مدرسین اور متعلقہ عملہ کی تنخواہ دیدیں، اس کو حیلۂ تملیک کہتے ہیں، اور اس کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں،

حیلہ کی دو صورتیں

پہلی صورت تو یہ ہے کہ زکوٰۃ کا روپیہ کسی ایسے شخص کی ملکیت میں دیدیا جائے جو خود مستحقِ زکوٰۃ

اور مسکین ہو، ساتھ ہی اس کے دل میں اسلام کی محبت اور دینی تعلیمات سے عقیدت بھی ہو،

ایسا شخص زکوٰۃ کا روپیہ اپنی تملیک میں لے کر اپنی طرف سے مدرسہ کے مہتمم کو دیدے، اس طرح صاحبِ زکوٰۃ کی زکوٰۃ بھی ادا ہوگئی اور مدرسہ کا کام بھی ہوگیا، اور روپیہ کی حیثیت بھی بدل گئی، مدرسہ میں یہ روپیہ صاحبِ زکوٰۃ کی طرف سے شمار نہیں کیا جائے گا، بلکہ مسکین کی طرف سے سمجھا جائے گا، (فت ج ۶ ص ۱۹۸)

دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی مستحق زکوٰۃ اور مسکین شخص کسی صاحبِ حیثیت اور مخیر شخص سے روپیہ قرض لے کر اپنی طرف سے مدرسہ کو دیدے، اس کے بعد صاحب زکوٰۃ اپنی زکوٰۃ کا روپیہ اس مسکین کو دیدے تاکہ وہ قرض اُتار دے، مگر یہ کام ایسا شخص ہی کرسکتا ہے جو خود دیندار ہو، اور دینی تعلیمات سے محبت رکھتا ہو حیلہ کی یہ صورت پہلی صورت سے بہتر ہے،

پہلی صورت میں ایک خطرہ یہ بھی ہے کہ جس شخص کو زکوٰۃ دی ہے اگر اس کی نیت خدانخواستہ خراب ہوجائے، اور وہ روپیہ مدرسہ کو نہ دے تو اس پر جبر نہیں کیا جاسکتا، اور نہ اُس سے روپیہ واپس لیا جاسکتا ہے، اس لئے دوسری صورت پہلی صورت سے بہتر ہے،

اسی لئے میں نے دونوں صورتوں میں یہ قید لگائی کہ مستحقِ زکوٰۃ دیندار ہو، اور دینی تعلیمات سے محبت رکھتا ہو، ایسا شخص نیت خراب کرتے ہوئے کچھ تو خوفِ خدا کرے گا،

اس دوسری صورت کو حضرت تھانوی رحمہ اللہ بھی ترجیح دیا کرتے تھے، مگر یہ واضح رہے کہ یہ صورتیں بدرجۂ مجبوری اختیار کرنی چاہئیں ورنہ جہاں تک ممکن ہو اس سے بچنے کی کوشش کرے،

ضروری وضاحت

حیلۂ تملیک کی جو صورت بیان کی گئی ہے یہ بدرجۂ مجبوری اور مدارسِ اسلامیہ کی بقاء کے لئے ہے، ویسے عام طور پر دینی مدارس میں جو زکوٰۃ دی جاتی ہے منتظمینِ مدرسہ کی طرف سے ایسا انتظام ہوتا ہے کہ اس کو مستحقین ومسکین طلباء پر صرف کر دیا جائے، مثلاً طلباء کے کھانے، کپڑے دھونے وغیرہ کا صابن وغیرہ،

جن مدارس میں اس قسم کا انتظام ہو وہاں زکوٰۃ بلا تردّد کے ادا ہو جاتی ہے، اور ایسے مدارس میں زکوٰۃ دینے کا اجر وثواب بھی زیادہ ہوتا ہے،

یہ وضاحت اس لئے کی گئی کہ کوئی صاحب خلجان اور تردّد میں نہ پڑ جائیں کہ شاید یہ بھی حیلہ ہو، یاد رکھئے یہ حیلہ نہیں، اور زکوٰۃ ادا کرنے والے حضرات کو شک اور تردّد میں نہ پڑنا چاہئے،

کسی مدرسہ میں اگر دینی اور دنیاوی تعلیم دیجاتی ہو تو وہاں زکوٰۃ صرف کرنا

س ؛ کوئی ایسا مدرسہ ہو جس میں دینی اور انگریزی کی تعلیم دی جاتی ہو تو وہاں کے طلبا کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے یا نہیں ؟

ج ؛ اس قسم کے مدرسہ میں جو طلبا مسکین اور ضرورت مند ہوں انکی خوراک اور پہننے کے کپڑوں پر زکوٰۃ کا روپیہ صرف کرسکتے ہیں

(فت ج ۶ ص ۲۵۱)

اگر کسی کے پاس کوئی چیز امانت رکھی ہو تو اسکی زکوٰۃ کون دے

س ؛ زید کے پاس کسی کی کوئی ایسی چیز امانت رکھی ہوئی ہے جس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، مثلاً زیور یا نقد روپیہ ہو تو اس کی زکوٰۃ کس پر واجب ہے ؟

ج ؛ جس شخص کی یہ چیزیں ہیں اُسی پر ان کی زکوٰۃ بھی واجب ہے، امین پر زکوٰۃ ادا کرنا واجب نہیں، کیونکہ یہ چیزیں اس کی ملکیت نہیں، (درمختار)

قرضِ حسنہ دیئے ہوئے رُوپے کی زکوٰۃ کا حکم

س ؛ زید نے کسی کو اتنا روپیہ قرضِ حسنہ دیا ہوا ہے جس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے تو اس کی زکوٰۃ کا کیا حکم ہے ؟

ج ؛ زید پر اس روپے کی زکوٰۃ واجب ہے، (ہدایہ)
البتہ اس میں اتنا اختیار ہے کہ چاہے تو ہر سال دیدے یا جتنے سال گذرنے کے بعد روپیہ ملے اُن سب سالوں کی ایک ساتھ زکوٰۃ دیدے،

غصب یا رشوت کے جمع کردہ رُوپے پر زکوٰۃ ہے یا نہیں

س ؛ زید نے کسی کا مال غصب کیا یا اس کے پاس رشوت سے حاصل کیا ہوا روپیہ ہے اور مقدار نصاب کو پہونچا ہوا ہے تو اس پر زکوٰۃ ہے یا نہیں ؟

ج ؛ اس قسم کے حرام طریقہ سے حاصل کردہ روپے کے متعلق یہ حکم ہے کہ جس کا مال غصب کیا ہے اس کو واپس کرے،
اور جن لوگوں سے رشوت لے کر سرمایہ جمع کیا ہے ان کو واپس کرے، اور اگر اُن لوگوں کا پتہ نہ چلے یا وہ لوگ فوت ہو چکے ہوں تو ان سے حاصل کردہ روپیہ مساکین اور غرباء پر خیرات کردے

اور خدا کا شکر ادا کرے کہ اس نے مجھے اس بوجھ سے سبکدوش کر دیا (فت ج ۶ ص ۸۸) جبتک روپیہ اپنی پاس رہے زکوٰۃ دیتا رہے،

زکوٰۃ کا روپیہ کسی مستحق زکوٰۃ کی شادی پر صرف کرنا

س: اگر کسی لڑکی کے والدین غریب اور مستحق زکوٰۃ ہیں وہ اپنی غربت و ناداری کی وجہ سے اپنی لڑکی کی شادی نہیں کر سکتے، تو کیا اُن کو شادی پر صرف کرنے کے لئے زکوٰۃ کا روپیہ دے سکتے ہیں، اور کس صورت میں دے سکتے ہیں؟

ج: اس کی ایک صورت تو یہ ہے کہ والدین کو زکوٰۃ کا روپیہ دل میں نیت کر کے دیدیا جائے اور یہ کہہ دیا جائے کہ اس کو اپنی لڑکی کی شادی میں صرف کر دیں،

اور یہ بھی کر سکتے ہیں کہ اس رقم سے برتن یا کپڑا وغیرہ خرید کر دیدیا جائے، دونوں صورتیں جائز ہیں،

(فت ج ۶، ص ۲۴۶)

زکوٰۃ کے روپیہ سے کسی مستحق زکوٰۃ کو مکان بنا کر دیدینا

س: اگر زکوٰۃ کے روپے سے کسی غریب کو رہائش کے لئے مکان بنا کر دیدیا جائے تو زکوٰۃ ادا ہو گی یا نہیں؟

ج ؛ صرف مکان بنا کر رہائش کے لئے دیدینے سے زکوٰۃ ادا نہوگی بلکہ زکوٰۃ جب ادا ہوگی جب اس کو مالک بنا دیا جائے، اور مکان کا قبضہ دیدیا جائے، (فت ج ۶ ص ۲۴۱)

زکوٰۃ کی رقم غریب یا ضرورتمند لوگوں کو قرض حسنہ دینے کیلئے رکھدینا

س ؛ اگر کوئی زکوٰۃ کا روپیہ نکال کر علیحدہ اس نیت سے رکھ لے کہ وقت ضرورت لوگوں کو اس میں سے قرض حسنہ دیدیا کرونگا اس طرح زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں ؟

ج ؛ بیشک قرض حسنہ دینا نیک اور ثواب کا کام ہی، مگر اس طرح زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی کیونکہ تملیک نہیں ہوتی (فت ج ۶ ص ۲۱۸)

ڈاکخانہ یا بینک میں جمع کردہ رقم کی زکوٰۃ

س ؛ آجکل جیسا کہ عام رواج ہوگیا ہے کہ لوگ ڈاکخانوں یا بینکوں میں روپیہ رکھدیتے ہیں اس پر زکوٰۃ کا کیا حکم ہے ؟

ج ؛ ڈاکخانہ یا بینک میں جمع کردہ روپیہ حفاظت کے لئے ہوتا ہی، کہ گھر میں رکھنے سے چوری یا ضائع ہوجانے کا خطرہ ہوتا ہے اس کو جب چاہے نکال سکتا ہی، اس لئے اسکی زکوٰۃ اسی طرح واجب ہی جس طرح اپنے پاس رکھی ہوئی رقم کی (فت ج ۶ ص ۱۳۳)

بونڈ یا سیونگ سرٹیفکٹ پر زکوٰۃ ہے یا نہیں

س ؛ بونڈ جو ایک قسم کا قرض اور چھپے ہوئے سرکاری کاغذ پر ہوتا ہے لوگ اس کو خرید لیتے ہیں اس میں لگی ہوئی رقم پر زکوٰۃ ہے یا نہیں؟

ج ؛ جس روپے سے بونڈ خریدے ہیں اگر وہ مقدارِ نصاب کی برابر ہے تو سال گذرنے پر اس کی زکوٰۃ ادا کرنا ضروری ہے، یہی حکم سیونگ سرٹیفکٹ میں لگائے گئے روپے کا ہے (فت ج ۶ ص ۱۳۷)

گورنمنٹ کے قرضوں میں لگائے ہوئے روپیہ پر زکوٰۃ ہے یا نہیں

س ؛ گورنمنٹ بعض مرتبہ قرضہ اسکیم جاری کرتی ہے اور اعلان کرتی ہے کہ اس روپے پر انکم ٹیکس نہیں لیا جائے گا، اس پر زکوٰۃ ہے یا نہیں؟

ج ؛ یہ روپیہ دراصل جمع کے حکم میں ہے، اپنے پاس نہیں تو حکومت کے پاس جمع ہے، صرف اتنی بات ہے کہ یہ روپیہ مقررہ مدت سے پہلے نہیں مل سکتا، اس لئے اس روپے پر زکوٰۃ واجب ہے، اور جب یہ روپیہ واپس ملجائے تو پوری مدت کی زکوٰۃ دیدے اور اگر روپیہ واپس ملنے سے پہلے کوئی زکوٰۃ دیدے تو تب بھی زکوٰۃ ادا ہوجائے گی، (فت ج ۶ ص ۳۳۷)

کیا گورنمنٹ کے انکم ٹیکس میں زکوٰۃ ادا ہو سکتی ہے

س ؛ تجارت پیشہ حضرات سے حکومت سالانہ جو انکم ٹیکس وصول کرتی ہے کیا اس میں زکوٰۃ کی نیت کر سکتے ہیں ؟

ج ؛ کاروبار پر جو انکم ٹیکس دیا جاتا ہے، یا عمارتوں پر جو ٹیکس حکومت وصول کرتی ہے اس میں زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی، خواہ زکوٰۃ کی نیت ہی کیوں نہ کرلے، لہٰذا زکوٰۃ علیحدہ ادا کرنی ہوگی،

(فت ج ۶ ص ۱۴۷)

پراویڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ ہے یا نہیں

س ؛ گورنمنٹ کی طرف سے اپنے ملازمین کے لئے یہ قاعدہ ہے کہ ہر ماہ اُن کی تنخواہ میں سے کچھ تنخواہ روک لیتی ہے، اور اتنی ہی رقم اپنی طرف سے اس میں شامل کر دیتی ہے، یہ ایک قسم کا سرکار کی طرف سے انعام ہوتا ہے اس کو پراویڈنٹ فنڈ کہتے ہیں، مگر یہ رقم ملازمت ختم ہونے یا وفات پا جانے پر دی جاتی ہے اس پر زکوٰۃ ہے یا نہیں؟

ج ؛ جب تک یہ روپیہ وصول نہ ہو اس وقت تک اس پر زکوٰۃ نہیں، روپیہ وصول ہونے پر اگر وہ مقدار نصاب کی برابر ہے

تو زکوٰۃ واجب ہوگی، اور اس عرصہ کی زکوٰۃ نہیں جتنے عرصہ تک اپنے قبضہ میں نہیں آیا،

(فت ج ۶ ص ۳۳۱)

پریس، مِل اور کارخانوں میں لگی ہوئی مشینوں پر زکوٰۃ ہے یا نہیں

۱

س ؛ مِل یا کارخانوں میں جو مشینیں کام کے لئے نصب ہوتی ہیں اُن پر زکوٰۃ ہے یا نہیں ؟

ج ؛ کارخانوں یا مِلوں وغیرہ میں جو مشینیں کام کے لئے لگی ہوئی ہوتی ہیں، یعنی استعمال میں رہتی ہیں اُن پر زکوٰۃ نہیں،

۲

ایسے ہی پریس میں لگی ہوئی مشینیں خواہ لیتھو کی چھپائی کی ہوں یا آفسٹ اور بلاک کی ان سب پر بھی زکوٰۃ نہیں،

ایسے ہی کٹنگ مشین پر بھی زکوٰۃ نہیں،

۳

اسی طرح اگر کسی نے پھول مشین یعنی کڑھائی کا کارخانہ

لگایا ہوا ہے، اور اس میں کام کے لئے بہت سی مشینیں لگائی ہوئی ہیں تو اُن پر بھی زکوٰۃ نہیں،

۴

یا کسی نے درزی خانہ کھول رکھا ہو یا ڈرائی کلین یعنی کپڑا دھونے کی مشینیں لگا رکھی ہوں اُن پر بھی زکوٰۃ نہیں (فت ج ۶ ص ۹۰)

البتہ

اگر کسی نے تجارتی کاروبار کے لئے مشینیں خرید کر رکھی ہوں تو انپر زکوٰۃ واجب ہے،

س: ان مشینوں پر جو مال تیار ہوتا ہے اس کے متعلق کیا حکم ہے؟

ج: ان مشینوں سے جو تجارتی مال تیار ہوتا ہے اس پر زکوٰۃ ہے، ایسے ہی ان مشینوں پر تیار ہونے کے لئے جو خام مال رکھا ہے اس پر بھی زکوٰۃ ہے، جس کا حساب ڈھائی فی صد ہے،

کسی کمپنی کے خریدے ہوئے شیئر پر زکوٰۃ ہے یا نہیں

س: آجکل بہت سے مِل اور کمپنیاں حصص فروخت کرتے ہیں، پھر سال کے اختتام پر حصص کے خریداروں پر اس کا منافع تقسیم کیا جاتا ہے، مثال کے طور پر کسی نے دس ہزار روپے

کے حصص خریدے اور ایک سال میں اُن پر پانچسو روپیہ نفع ہوا تو کتنی رقم کی زکوٰۃ واجب ہے،

ج ؛ جتنا روپیہ حصص میں لگا ہوا ہے اور جو نفع حاصل ہوا دونوں پر زکوٰۃ ہے (درمختار)

س ؛ زید نے جب حصص خریدے تو اُس وقت سَو روپے (مثال کے طور پر) اس کی قیمت تھی، اور سال کے اختتام پر اس کی قیمت ۵۰۰ ہوگئی، تو زکوٰۃ کس حساب سے نکالے،

ج ؛ سال کے اختتام پر جو قیمت ہو اس کے حساب سے زکوٰۃ ادا کی جائیگی، خواہ اس وقت قیمت خرید کے وقت سے کم ہو یا زیادہ،

(فتح ج ۶ ص ۱۴۴) (اس مسئلہ کے متعلق ضروری نوٹ صفحہ ۱۶۶ پر دیکھیں)

اگر کوئی زکوٰۃ ادا کئے بغیر مرجائے تو کیا حکم ہے؟

س ؛ زید پر زکوٰۃ فرض تھی، مگر ادا کرنے سے پہلے موت آگئی تو شرعاً کیا حکم ہے؟

ج ؛ زید نے اگر اپنے انتقال سے پہلے وصیت کردی کہ میری طرف سے زکوٰۃ ادا کر دینا، تو ورثاء کو چاہئے کہ اس کے مال میں سے کفن دفن پر خرچ کرکے اگر کسی کا قرض ہو تو وہ ادا کردیں اس کے بعد جو مال بچے اس کے تہائی میں سے زکوٰۃ

نکالنا واجب ہے، (شامی)

اس کے بعد جو مال بچے اس کے تہائی میں سے زکوٰۃ نکالنا واجب ہے، (شامی)

مسئلہ: اگر مرنے والے نے وصیت نہیں کی اور ورثاء نے اپنی خوشی سے زکوٰۃ دیدی تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی (شامی)

ان مسائل کے بیان کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ زمین سے پیدا ہونے والی ان چیزوں کے مسائل بھی مختصراً بیان کر دیئے جائیں، جن پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، لہٰذا اب ان مسائل کا بیان کیا جاتا ہے ؎

نوٹ مسئلہ مذکورہ بر صفحہ ۱۶۵

یہ مسئلہ فتاویٰ دار العلوم سے لیا گیا ہے، مزید اطمینان کے لئے ناظرین کو جن علماء کی بصیرت و دیانت پر اعتماد ہو اُن سے دریافت فرمالیں،

زمین کی پیداوار میں زکوٰۃ کا بیان

یہ بات کم و بیش ہر سمجھدار شخص جانتا ہے کہ بعض زمینیں تو ایسی ہوتی ہیں جو بارش کے پانی سے سیراب ہوتی ہیں، اور ان کی پیداوار کا زیادہ تر دار و مدار بارش کے ہونے نہ ہونے پر ہوتا ہے، اس زمین پر محنت کم کرنی پڑتی ہے،

اور بعض زمینیں نہری پانی سے سیراب ہوتی ہیں، یعنی اُن کی پیداوار کا انحصار نہر سے پانی ملنے نہ ملنے پر ہوتا ہے، اس قسم کی زمینوں پر بارانی زمین سے محنت زیادہ کرنی پڑتی ہے،

شریعت نے زمین سے پیدا ہونے والی چیزوں میں بھی زکوٰۃ رکھی ہے جسکو عُشر کہا جاتا ہے، قرآن پاک میں فرمایا گیا:۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ، (پ ۳، ع ۵)	اُے ایمان والو خرچ کرو ستھری چیزیں اپنی کمائی میں سے اور اس چیز میں سے کہ جو ہم نے پیدا کیا تمہارے واسطے زمین سے، (ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ)

اس آیت میں دو مفید باتیں بیان کی گئی ہیں،

فائدہ نمبر ۱: خط کشیدہ مختصر سے جملہ کے ضمن میں زراعت، باغبانی، کانکنی وغیرہ کی ساری شاخیں بیان کر دی گئی ہیں،

جس طرح مَا كَسَبْتُمْ کے تحت میں تجارت اور کاروبار کے اقسام آگئے،

فائدہ نمبر ۲: فقہاء نے مِنَ الْاَرْضِ سے یہ نکتہ بھی نکالا ہے کہ زکوٰۃ زمینی پیداوار (زراعت، معدنیات وغیرہ) میں واجب ہے، برخلاف موتی مونگے وغیرہ کے کہ یہ زمین سے نہیں بلکہ سمندر سے نکلتے ہیں، اس لئے اُن میں زکوٰۃ نہیں (ماخوذ از تفسیر ماجدی)

دوسری جگہ فرمایا گیا:-

وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ، (پ ۸، ع ۴)	"اور اس (پیداوار) میں جو (شرعی) حق واجب ہے وہ اس کے کاٹتے وقت دیدیا کرو"

اس حقِ شرعی کی تفصیل جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ ابی وامی) نے اس طرح بیان فرمائی ہے:

"جس زمین کی آبپاشی بارش، چشموں یا ندیوں کے پانیوں سے ہو اس کی پیداوار کا دسواں حصہ لیا جائے گا،
اور جس زمین کی آبپاشی پانی کھینچ کر (یعنی کنوئیں سے) کی گئی ہو اس کی پیداوار سے بیسواں حصہ لیا جائے گا"

(بخاری، بحوالہ "اسلام کا اقتصادی نظام")

خُلاصہ یہ کہ زمینوں کی پیداوار کے سلسلہ میں کسی میں محنت زیادہ کرنی پڑتی ہے کسی میں کم، شریعت نے اس کا لحاظ رکھتے ہوئے حکم دیا کہ جو زمین بارش یا نہر یا دریا کے پانی سے سیراب ہو اس کی پیداوار

دسواں حصہ عشر دیا جائے گا اور جو کنواں کھود کر یا ٹیوب ویل سے سیراب کی جائے اس کی پیداوار سے بیسواں حصہ دیا جائے گا،

اس تشریح کے بعد اب کچھ مسائل بیان کئے جاتے ہیں؛

مسئلہ؛ زمین کی پیداوار میں ایک سال گذرنا شرط نہیں اور نہ سونے چاندی اور نقد مال کی طرح اس کا نصاب مقرر ہے، البتہ اگر پیداوار نصف صاع یعنی پونے دو سیر سے کم ہو تو معاف ہے، یعنی اس پر عشر نہیں، (فت ج ۶ ص ۱۶۹)

مسئلہ؛ پیداوار کے مالک کا عاقل بالغ ہونا بھی شرط نہیں، نابالغ ہو تو اس پر بھی عشر ہے، ——— (درمختار)

مسئلہ؛ اگر پیداوار کا مالک مجنون ہو تو اس پر بھی عشر واجب ہے،

مسئلہ؛ اگر سال میں دو مرتبہ فصل پیدا ہو تو دونوں مرتبہ عشر واجب ہے، (فت ج ۶ ص ۱۶۹)

مسئلہ؛ جو زمین بارش سے سیراب ہو اس کی پیداوار میں دسواں حصہ ہے، یعنی دس من پیدا ہو تو ایک من، دس سیر ہو تو ایک سیر عشر واجب ہے، (عالمگیری)

مسئلہ؛ اگر بارانی زمین سے آلو، ٹماٹر، پالک وغیرہ ترکاریاں پیدا ہوں تو ان میں بھی دسواں حصہ (عشر) ہے،

یہی مسئلہ اس زمین کی پیداوار کا بھی ہے جو نہر یا ندی نالہ کی

تری سے خود بخود سیراب ہوگئی ہو، (عالمگیری)

مسئلہ ؛ اگر کوئی کھیتی باڑی کرایہ پر زمین لے کر کرے تو اس پر بھی عُشر واجب ہے، (بہشتی زیور)

مسئلہ ؛ وقف کی زمین میں اگر کھیتی باڑی کرے تو اس پر بھی عُشر واجب ہے،

مسئلہ ؛ بہت سے لوگ اپنی کوٹھی بنگلوں میں ترکاری بو دیتے ہیں یا پپیتہ، کیلا، امرود، آم وغیرہ کے درخت اپنے کھانے پینے کے لئے لگا دیتے ہیں اُن پر زکوٰۃ نہیں (عالمگیری)

مسئلہ ؛ کسی زمین سے کوئی پیداوار نہ ہو تو عُشر ساقط (معاف) ہوجاتا ہے،

مسئلہ ؛ کسی نے زمین بٹائی پر لی، یعنی زمین کے مالک نے کسی کاشتکار کو بونے کے لئے دیدی اور پیداوار کا آدھا حصّہ خود لے لیا، آدھا کاشتکار کو دیدیا، تو دونوں کو اپنے اپنے حصّہ کی زکوٰۃ نکالنی چاہیئے، (بہشتی زیور)

عُشر اور زکوٰۃ میں فرق

یاد رکھئے! عُشر اور زکوٰۃ میں چھ باتوں میں فرق ہے:۔

(۱) عُشر میں وجوب کیلئے نصاب کی شرط نہیں، خواہ پیداوار کم ہو یا زیادہ البتہ اگر پیداوار پونے دو سیر پختہ سے کم ہو تو عُشر معاف ہے،

(۲) عُشر میں وجوب کے لئے بالغ ہونا شرط نہیں، اگر نابالغ پیداوار کا مالک ہو تو اس پر بھی عُشر واجب ہے،

(۳) اگر پیداوار کا مالک مجنون اور پاگل ہو تو اس پر بھی عُشر واجب ہے جو اس کے منتظمین ہیں وہ ادا کریں،

(۴) پیداوار میں زکوٰۃ کی طرح سال کی بھی شرط نہیں، بلکہ اگر کسی زمین میں سال میں دو مرتبہ فصل ہوئی تو دونوں مرتبہ عُشر واجب ہے،

(۵) زمین کا مالک ہونا بھی شرط نہیں، اگر کسی وقف یا کرایہ کی زمین میں کاشت کرے تو اس کی پیداوار میں بھی عُشر ہے،

(۶) اگر زمین کی پیداوار کا مالک کوئی غلام ہو تو اس پر بھی عُشر واجب ہے

زمین کی پیداوار کے ضروری مسائل بیان کر دینے کے بعد اب کچھ مسائل جانوروں کی زکوٰۃ کے بھی بیان کئے جاتے ہیں،

جانوروں کی زکوٰۃ کا بیان

اگرچہ شہروں میں جانور پالنے کا رواج جگہ کی قلت کی وجہ سے کم ہوتا ہے، مگر یہ خیال ہوا کہ کبھی نہ کبھی ضرورت پڑ ہی جاتی ہے، اس لئے ان کے مسائل سے کتاب کا بالکل خالی رہنا کمی کی بات ہوگی، اس لئے مختصر سا بیان جانوروں کی زکوٰۃ کا مناسب معلوم ہوا، چنانچہ اس سلسلہ میں سب سے پہلے یہ بات معلوم کرنے کی ہے کہ شریعت نے چار قسم کے جانوروں پر زکوٰۃ فرض کی ہے:۔

① اونٹ ② گائے ③ بکری ④ گھوڑے

جن سے نسل بڑھانا مقصود ہو،

اس تشریح کے بعد ان کے ضروری مسائل بیان کئے جاتے ہیں:

مسئلہ: اونٹ، گائے، بکری ان تینوں قسم کے جانوروں پر زکوٰۃ فرض ہونے کے لئے اُن کا سائمہ ہونا ضروری ہے، (شامی)

سائمہ اُن جانوروں کو کہتے ہیں جو سال کا اکثر حصہ جنگلوں میں چر کر گذاریں،

اور جو جانور نصف سال گھروں میں اور نصف سال جنگلوں میں گذاریں اُن کا سائمہ میں شمار نہیں ہوتا (شامی)

مسئلہ: اُونٹ، اونٹنی، گائے، بیل، بھینس، بھینسا، بکرا، بکری

بھیڑ، بھیڑا، دُنبہ نر ہو یا مادہ، ان جانوروں پر سائمہ کا اطلاق ہوتا ہے،

ہرن، نیل گائے، سائمہ نہیں کہلاتے، اور اگر کوئی اُن کو پالے تو اُن پر زکوٰۃ بھی فرض نہیں ہوتی بشرطیکہ تجارت مقصود نہ ہو (شامی)

مسئلہ: جو جانور تجارت کے لئے ہوں جب وہ نصاب کی قیمت کو پہونچ جائیں تو سال پورا ہونے کے بعد اُن پر زکوٰۃ فرض ہے (شامی)

جن چوپایوں کے ریوڑ چراگاہوں میں چرتے ہوں (یعنی سائمہ ہوں) تو اُن کا شریعت نے ایک نصاب مقرر کیا ہے، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عُمّال (جو زکوٰۃ وصول کرنے کیلئے ہوتے تھے) کو ایسے جانوروں کی زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے فرمان بھیجا تھا جس کی تفصیل بخاری شریف کتاب الزکوٰۃ میں دیکھی جاسکتی ہے،

اب جن جانوروں پر زکوٰۃ ہے ان کے کچھ ضروری مسائل بیان کئے جاتے ہیں

گائے، بیل، بھینس وغیرہ کا نصابِ زکوٰۃ:

گائے، بھینس دونوں ایک ہی قسم میں شامل ہیں، اس لئے دونوں کا نصاب بھی ایک ہی ہے، ان پر ۲۹ کی تعداد تک زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی، جب تعداد ۳۰ ہو جائے تو ایک سال پورا ہونے پر

پورا ایک سالہ بچھڑا یا اس کی قیمت زکوٰۃ میں واجب ہے،

مسئلہ: کسی کے پاس بیس۲۰ بھینسیں اور دس۱۰ گائیں ہوں تو دونوں کو ملا کر نصاب پورا کر لیا جائے گا، اور زکوٰۃ میں وہی جانور دیا جائے گا جس کی تعداد زیادہ ہے،

مثلاً بیس۲۰ بھینسیں ہیں اور دس۱۰ گائیں تو زکوٰۃ میں ایک سال کا بھینس کا بچہ دینا ہوگا، بچہ خواہ نر ہو یا مادہ (ہدایہ)

تیس۳۰ کے بعد انتالیس۳۹ تک ایک سالہ بچہ ہی زکوٰۃ میں واجب ہے، پھر جب تعداد چالیس۴۰ ہو جائے تو دو سال کا بچہ، نر ہو یا مادہ انسٹھ۵۹ تک،

جب ساٹھ۶۰ ہو جائیں تو ایک ایک سال کے دو بچے واجب ہوں گے،

جب ساٹھ سے زیادہ ہو جائیں تو ہر تیس۳۰ پر ایک سالہ بچہ اور ہر چالیس۴۰ پر دو سالہ بچہ،

مثلاً کسی کے پاس ستر۷۰ اسیں ہو جائیں تو ایک بچہ ایک سال کا اور ایک دو سال کا واجب ہوگا، کیونکہ ستر میں ایک نصاب تیس۳۰ کا ہے اور ایک چالیس۴۰ کا،

جب اسی۸۰ ہو جائیں تو دو سالہ دو۲ بچے واجب ہوں گے، کیونکہ اسی۸۰ میں چالیس۴۰ چالیس۴۰ کے دو نصاب ہیں،

پھر نوّے ۹۰ میں ایک ایک سال کے تین بچے، کیونکہ اس میں تیس ۳۰ کے تین نصاب ہیں، اور سو ۱۰۰ میں دو بچے ایک ایک سال کے اور ایک بچہ دو سال کا، کیونکہ سو میں دو نصاب تیس ۳۰ تیس ۳۰ کے اور ایک نصاب چالیس ۴۰ کا ہے،

جیسا کہ ہم نے بیان کیا کہ ان مسائل کی ضرورت کم پڑتی ہے اس لئے اس مختصر بیان کے بعد چھوٹے جانوروں کی زکوٰۃ کا بیان کرتے ہیں:۔

بکری، بھیڑ، دنبوں کا نصابِ زکوٰۃ

یہ سب جانور زکوٰۃ کے مسئلہ میں یکساں شمار کئے گئے ہیں، یعنی بکرا، بکری، بھیڑ، دنبہ، ان سب کا نصاب ایک ہی ہے،

اگر کسی کے پاس مثلاً ۳۰ بکریاں اور ۱۰ بھیڑ ہیں تو ان کو ملا کر ۴۰ شمار کیا جائے گا، اور جو جانور تعداد میں زیادہ ہوگا زکوٰۃ میں وہی دیا جائے گا،

سو یاد رکھئے! اگر کسی کے پاس ۳۹ بکریاں یا بھیڑیں یا دنبے ہوں تو اس تعداد پر زکوٰۃ واجب نہیں، جب یہی جانور چالیس ۴۰ کی تعداد میں ہو جائیں اور اُن پر ایک سال گذر جائے تو چالیس ۴۰ راس پر ایک بکری یا ایک بکری کی قیمت زکوٰۃ میں واجب ہوگی، ۱۲۰ تک، جب ۱۲۱ ہو جائیں تو دو ۲ بکریاں یا ان کی قیمت زکوٰۃ میں واجب ہوگی ۲۰۰ تک،

جب دو سو سے اوپر بڑھنی شروع ہوں، خواہ ایک ہی بڑھے تو تین بکری یا ان کی قیمت ۳۰۰ تک اس کے بعد ہر سو کے اضافہ پر ایک بکری کا اضافہ ہوتا چلا جائے گا،

یعنی ۴۰۰ پر ۴ بکری، ۵۰۰ پر ۵ بکری (درمختار، شامی)

مگر یہ بات پھر سمجھ لیجئے کہ ان جانوروں پر زکوٰۃ جب فرض ہوتی ہے جب یہ سائمہ یعنی جنگل میں چرتے ہوں، اور اگر گھر پر کھڑے ہو کر کھاتے پیتے ہوں تو پھر زکوٰۃ فرض نہیں، جیسا کہ صفحہ پر ۱۷۲ شامی کے حوالے سے بیان کیا جا چکا ہے،

اونٹوں کا نصابِ زکوٰۃ

یاد رکھئے، چار اونٹوں پر زکوٰۃ معاف ہے، جب پانچ اونٹ ہو جائیں تو پانچ پر ایک بکری، دس پر دو بکری، پندرہ پر تین بکری، بیس پر چار بکری چوبیس تک،

پھر پچیس سے پینتیس تک ایک اونٹنی جو دوسرے سال میں لگ گئی ہو،

پھر ۳۶ سے ۴۵ تک ایک اونٹنی جو تیسرے سال میں لگ گئی ہو،

پھر ۴۶ سے ۶۰ تک ایسی ایک اونٹنی جو چوتھے سال میں لگ گئی ہو،

پھر ۶۱ سے ۷۵ تک ایک اونٹنی جو پانچویں سال میں لگ گئی ہو،

پھر ۷۶ سے ۹۰ تک دو اونٹنیاں جو دو سال کی ہو کر تیسرے سال

میں لگی ہوں، (ہدایہ)

نوٹ

چونکہ ہمارے ملک میں اونٹوں کا رواج تقریباً نہ ہونے کے برابر ہے، اس لئے اسی پر اکتفاء کیا جاتا ہے،

البتہ

ایک مسئلہ اونٹوں کی زکوٰۃ کے سلسلہ میں یہ ذہن میں رکھنا چاہئے کہ اونٹوں کی زکوٰۃ میں اونٹنی یعنی مادہ دینی چاہیئے نر دینا صحیح نہیں، البتہ اگر زکوٰۃ میں نقد روپیہ دیں تو اس میں اختیار ہے چاہے نر کی قیمت دیں چاہے مادہ کی (درمختار)

تتمہ حصہ دوم

○ صدقۃ الفطر ○ فدیہ
○ چرم قربانی ○ چرم عقیقہ کے مسائل

چونکہ ان کے مسائل اور احکامات کم لوگوں کو معلوم ہوتے ہیں، اور بہت سے اللہ کے بندے پوچھتے پھرتے ہیں، پھر یہ بھی ہے کہ ان کے مسائل زکوٰۃ کے مسائل کے..... قریب قریب ہیں، اس مناسبت کی وجہ سے ان مسائل کو زکوٰۃ کے مسائل کے بعد بطور تتمہ بیان کرنا مناسب معلوم ہوا، لہذا کچھ ضروری مسائل اس سلسلے کے بیان کئے جاتے ہیں؛

صدقۃ الفطر کا بیان

اللہ تعالیٰ نے رمضان المبارک کے روزے ختم ہونے پر بطور شکریہ صدقۂ فطر مقرر فرمایا ہے، فطر کے معنی روزہ کھولنے یا روزہ نہ رکھنے کے ہیں،
چونکہ عید الفطر کے دن روزہ رکھنا منع ہے، اور یہ دن کھانے پینے کا ہے اس لئے اس کو "عید الفطر" کہتے ہیں،
بعض علمائے سلف نے قرآن پاک کی آیت قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی ۝ وَذَکَرَ اسْمَ رَبِّہٖ فَصَلّٰی ۝ میں تَزَکّٰی سے زکوٰۃ ... اور صدقۂ فطر مراد لیا ہے، آیت کا ترجمہ یہ ہے:-
"بے شک بامراد ہوا وہ شخص جو پاک ہوگیا، اور اس نے اپنے رب کا نام لیا، پھر نماز پڑھی"
چنانچہ اس کی تفسیر میں شیخ التفسیر مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:
"بعض سلف نے کہا کہ "تَزَکّٰی" زکوٰۃ سے ہے، جس سے یہاں "صدقۃ الفطر" مراد ہے، اور "فَصَلّٰی" میں نمازِ عید کا ذکر ہے، یعنی عید کے دن اوّل "صدقۃ الفطر" پھر تکبیریں، پھر نماز اس طرح تینوں میں ترتیب ہے" (فوائد عثمانیؒ)
صدقۂ فطر کا حکم مدینہ منورہ میں ۲ھ میں نازل ہوا،

صدقۂ فطر اور زکوٰۃ میں فرق

زکوٰۃ اور صدقۂ فطر کا نصاب ایک ہی ہے، لیکن دونوں میں فرق یہ ہے کہ زکوٰۃ کی فرضیت کیلئے مالِ زکوٰۃ پر پورا ایک سال گذرنا شرط ہے، اور صدقۂ فطر کے وجوب کیلئے یہ شرط نہیں، دوسرا فرق یہ ہے کہ زکوٰۃ میں مالِ زکوٰۃ کا نامی (بڑھنے والا) ہونا شرط ہے، اور صدقۂ فطر کے وجوب میں یہ شرط نہیں، حتیٰ کہ اگر ایسا مال پورا سال ہونے سے پہلے ختم ہوجائے تو اسکی زکوٰۃ معاف ہوجاتی ہے، اور صدقۂ فطر کا حکم یہ ہے کہ جو مسلمان اتنا مالدار ہو کہ اس پر زکوٰۃ واجب ہو یا اس پر زکوٰۃ تو واجب نہیں لیکن اپنی حاجتِ اصلیہ اور قرض کے علاوہ اتنی قیمت کا مال واسباب اسکے پاس ہے جتنی قیمت پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے تو ایسے شخص پر صدقۂ فطر واجب ہے، اسکے لئے زکوٰۃ کے مال کی طرح سال گذرنا شرط نہیں حتیٰ کہ اگر کسی کے پاس عید الفطر کے دن صبح صادق سے پہلے اتنا مال آجائے جس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے (خواہ یہ مال تجارتی ہو یا غیر تجارتی) تو اس شخص پر صدقۂ فطر واجب ہوجاتا ہے (مراقی الفلاح)

مزید وضاحت کے لئے یوں سمجھئے اگر کسی شخص کے پاس اپنے استعمالی کپڑوں سے زیادہ کپڑے رکھے ہوں یا روزمرہ کی ضرورت سے زیادہ تانبے، پیتل، چینی وغیرہ کے برتن رکھے ہوں، یا کسی کا کوئی مکان خالی پڑا ہے یا کسی اور قسم کا سامان اپنی حاجتِ اصلیہ سے زائد ہے، اور ان سب چیزوں کی مالیت نصابِ زکوٰۃ کے برابر یا اس سے زیادہ ہے

تو اس پر زکوٰۃ تو فرض نہیں لیکن صدقۂ فطر واجب ہے،

خلاصہ اور حاصل یہ ہے کہ جو شخص صاحب زکوٰۃ ہو یا اس پر زکوٰۃ تو واجب نہیں لیکن ضروری اسباب سے زائد اتنی قیمت کا مال و اسباب اس کے پاس ہے، جس کی قیمت نصابِ زکوٰۃ کو پہونچ جاتی ہے جس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے تو ایسے شخص پر عید الفطر کے دن صدقۂ فطر ادا کرنا واجب ہے جو مال اس کے پاس ہے، خواہ وہ سوداگری کا ہو یا ذاتی استعمال کا، اس پر خواہ پورا سال گذرا ہو یا نہ گذرا ہو،

اس وضاحت و تفصیل کے بعد صدقۂ فطر کے چند ضروری مسائل بیان کئے جاتے ہیں،

صدقۂ فطر کی مقدار

عموماً صدقۂ فطر کی مقدار مختلف بیان کی جاتی ہے، مگر صحیح بات یہ ہے کہ پونے دو سیر گیہوں (جبکہ اسّی تولہ کا سیر ہو) یا اس کی قیمت ادا کرنے سے صدقۂ فطر ادا ہو جاتا ہے،

فتاویٰ دار العلوم دیوبند میں ہے

"پس احتیاطاً جَو اور خرما (کھجور) سے ساڑھے تین سیر بوزن انگریزی (۸۰ تولہ کا سیر) صدقۂ فطر دینا چاہئے،

اور گندم سے پونے دو سیر بوزن انگریزی صدقہ کرنا چاہئے،

اور اگر سیر چالیس روپے (یعنی ۴۰ تولہ کا ہی تو ساڑھے تین سیر گندم صدقۂ فطر میں دینا چاہیئے، اور تین تولہ کے قریب یا اس سے کم ہو تو وہ بھی درست ہے (رفت ج ۶ ص ۳۱۱)

مسئلہ: مستحب اور ثواب کی بات یہ ہے کہ عید کی نماز کو جانے سے پہلے صدقۂ فطر ادا کر دے (عالمگیری)

مسئلہ: صدقۂ فطر کے مستحق بھی وہی لوگ ہیں جو زکوٰۃ کے مستحق ہوں (درمختار)

مسئلہ: اگر کوئی رمضان میں ہی صدقۂ فطر دیدے تو یہ بھی بلا کراہت جائز ہے (درمختار)

مسئلہ: صدقۂ فطر میں گیہوں، جَو، چنا، جوار، آٹا یا نقد پیسے جو چاہے دے سکتا ہے (ہدایہ)

مسئلہ: ایک آدمی کا صدقہ ایک مسکین کو یا کئی مساکین کو بھی تقسیم کر سکتے ہیں (درمختار)

مسئلہ: کسی کے پاس ضرورت سے زیادہ مال ہے اور وہ مقروض بھی ہے تو قرض نکال کر نے کے بعد اگر اتنا مال باقی بچتا ہے، جس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے تو اس پر صدقۂ فطر واجب ہے (درمختار)

مسئلہ: کسی کی ملکیت میں دو مکان ہیں، ایک میں خود رہتا ہے

اور دوسرا کرایہ پر اٹھایا ہوا ہے، یا دوسرا خالی پڑا ہے تو دوسرا مکان ضرورت سے زیادہ ہے، اس لئے اس پر صدقۂ فطر واجب ہے، (فتاویٰ قاضی خاں)

مسئلہ: اگر کسی کا اپنا ذاتی مکان ہے اور وہ مکان کرایہ پر اٹھایا ہوا ہے اور اس کے کرایہ پر گذر کرتا ہے تو یہ مکان اسباب ضروریہ میں شمار ہوگا، اور اس پر صدقۂ فطر واجب نہیں، (مراقی الفلاح)

مسئلہ: اگر کوئی عید الفطر کے دن صبح صادق سے پہلے فوت ہوجائے تو اس کا صدقۂ فطر معاف ہوجاتا ہے، (عالمگیری)

فدیہ کے مسائل

جو آدمی اس قدر بوڑھا اور ضعیف ہوچکا ہو کہ اس میں رمضان کے روزے رکھنے کی طاقت نہ رہی ہو یا کوئی اتنا بیمار ہے کہ بظاہر اس کے تندرست ہونے کی امید نہیں تو شریعت نے ایسے معذور کو اجازت دی ہے، کہ وہ ہر دن کے روزہ کے بدلے ایک مسکین کو صدقۂ فطر کے برابر (پونے دو سیر گیہوں) دیدے، یا صبح شام پیٹ بھر ہر روزے کے بدلے ہر روز مسکین کو کھانا کھلادے، یا اتنی مقدار کے نقد پیسے دیدے، شریعت کی اصطلاح میں اس کو فدیہ کہتے ہیں (شامی)

اس تشریح کے بعد فدیہ کے چند ضروری مسائل بیان کئے جاتے ہیں

مسئلہ ؛ فدیہ کے مصارف بھی وہی ہیں جو زکوٰۃ کے، اور جس طرح ادائے زکوٰۃ کے لئے تملیک شرط ہے اسی طرح فدیہ میں بھی تملیک شرط ہے (درمختار)

مسئلہ ؛ جن مصارف میں کسی کی تملیک نہ ہو ان میں فدیہ کی رقم صَرف کرنی جائز نہیں، (شامی)

مسئلہ ؛ کسی نے حالتِ عذر میں فدیہ ادا کر دیا، پھر خدا نے کیا وہ عذر جاتا رہا اور روزہ رکھنے کی طاقت دوبارہ آگئی، تو جتنے روزے قضا ہو گئے تھے وہ دوبارہ رکھے، ان روزوں کا جو فدیہ ادا کیا ہے اس کا ثواب علیحدہ ملے گا (عالمگیری)

مسئلہ ؛ کسی معذور کے ذمہ روزوں کی قضا تھی کہ موت آگئی، اور مرتے وقت وصیت کی کہ میرے روزوں کا یا نمازوں کا فدیہ دیدینا، اگر اس کا مال ہے تو ورثاء کو چاہیئے جو اس کا مال ہے پہلے اس میں سے کفن دفن میں خرچ کریں،
اگر مرنے والے پر کسی کا قرض ہے تو پہلے قرض ادا کریں اس کے بعد جو مال بچے اس کی ایک تہائی میں سے اگر سب روزوں اور نمازوں کا فدیہ نکل آئے تو فدیہ ادا کرنا واجب ہے، اور اگر سب روزوں کا فدیہ نہ نکلے تو جتنا نکلے اتنا ہی دیدیں (بہشتی زیور)

مسئلہ ؛ اگر مرنے والے نے فدیہ ادا کرنے کی وصیت نہیں کی، اور ولی نے اپنے مال میں سے فدیہ دیدیا، تو امید رکھے اللہ تعالیٰ مرنے والے سے روزے نماز کا مواخذہ نہ کرے گا اور رحم فرما کر بخش دے گا،

مسئلہ ؛ اگر کسی مرنے والے کی نمازیں شرعی عذر کی وجہ سے رہ گئی تھیں تو ان کا بھی فدیہ ہے، اور ہر نماز کا فدیہ ایک روزہ کے فدیہ کے برابر ہے، یعنی پونے دو سیر گیہوں یا اُن کی قیمت،

لیکن اگر کسی کی مثال کے طور پر فجر، ظہر، عصر، مغرب، عشاء یہ پانچ نمازیں رہ گئیں تو ان پانچ نمازوں کے ساتھ چھٹی نماز وتر بھی شمار ہوں گے، گویا پانچ نمازوں کے بجائے چھ نمازوں کا فدیہ دینا ہوگا (درمختار)

مسئلہ ؛ کسی میت کا ولی اگر یہ چاہے کہ میں مرنے والے کی طرف سے روزوں کی قضا رکھ لوں یا قضا نمازیں پڑھ لوں تو اس طرح مُردے سے روزے نماز معاف نہ ہوں گے، فدیہ دینا ہی ہوگا (ھدایہ)

قربانی کی فضیلت اور مسائل

عید الاضحیٰ کے موقع پر قربانی کرنا اسلام کا ایک حکم ہے، مگر یہ ہر مسلمان پر ضروری نہیں بلکہ جس شخص پر صدقۂ فطر واجب ہے، اس پر قربانی واجب ہے،

آجکل بہت سے لوگ جو دین کے اس حکم کی اہمیت وفضیلت سے واقف نہیں، وہ قربانی کو روکنے اور بند کرانے کے لئے مختلف حیلے بہانے کرتے ہیں،

حالانکہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا صاف ارشاد گرامی ہے کہ:۔

مَا عَمِلَ ابْنُ اٰدَمَ مِنْ عَمَلٍ يَوْمَ النَّحْرِ اَحَبَّ اِلَى اللّٰهِ مِنْ اِهْرَاقِ الدَّمِ (ترمذی، ابن ماجہ)	"بنی آدم کا کوئی عمل عید الاضحیٰ (بقرعید) کے دن اللہ تعالیٰ کو (قربانی) خون بہانے سے زیادہ محبوب نہیں"

اس لئے ہر اس مسلمان کو جو صاحب استطاعت ہو قربانی خوش دلی کے ساتھ کرنی چاہئے، چونکہ یہاں چرم قربانی کے مسائل بیان کرنے ہیں قربانی کے فضائل بیان کرنے نہیں اس لئے ہم صرف ایک حدیث اور بیان کرکے مسائل بیان کریں گے،

ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

مَنْ وَجَدَ سَعَةً لِاَنْ يُضَحِّيَ فَلَمْ يُضَحِّ فَلَا يَحْضُرْ مُصَلَّانَا، (ابن ماجہ)	"جس شخص میں قربانی کرنے کی وسعت ہو (یعنی قربانی اس پر واجب ہو) پھر بھی قربانی نہیں کی تو وہ ہماری عیدگاہ نہ آئے۔"

غور کریں کہ اس مبارک حدیث میں ایسے مسلمان سے جو صاحب استطاعت ہو کر قربانی نہ کرے کیسی خفگی اور ناراضگی کا اظہار کیا گیا ہے،

ہمارے مسلمان بھائی اپنے گریبانوں میں منہ ڈال کر سوچیں کہ باوجود وسعت کے قربانی نہ کرنا یا یہ کہنا کہ قربانی کے بجائے ضرورتمند لوگوں کو نقد روپیہ دیدیا جائے، کیا یہ اسلامی کام ہے،

اس مختصر سی فضیلت کے بعد چند ضروری مسائل ملاحظہ فرمائیے؛

قربانی کے چند ضروری مسائل

مسئلہ؛ جس شخص پر صدقۂ فطر واجب ہو اس پر قربانی کرنا بھی واجب ہے، اور اگر کسی کے پاس اتنا مال نہیں جس پر صدقۂ فطر واجب ہوتا ہے تو اس پر قربانی بھی واجب نہیں (درمختار)

مسئلہ؛ بکرا، بکری، بھیڑ، دنبہ، گائے، بھینس، بھینسا، بیل، اونٹ، ان جانوروں کی قربانی جائز ہے، اور گائے، بیل، بھینس بھینسا، اونٹ ان میں سات آدمی شریک ہو کر قربانی کر سکتے ہیں (عالمگیری)

مسئلہ ؛ قربانی کے جانوروں میں قربانی سے پہلے عمر وغیرہ کا اطمینان کرلینا چاہیئے، بکرا، بکری ایک سال کا، گائے، بیل، بھینس دو سال کے اور اونٹ پانچ سال کا ہونا چاہیئے،

اور بھیڑ و دُنبہ چھ مہینہ کا اگر اتنا فربہ اور موٹا ہو کہ دیکھنے سے ایک سال کا معلوم ہو، جس کے اندازہ کا طریقہ یہ ہے کہ اگر اس کو ایک سال والے بھیڑ، دُنبوں میں چھوڑ دیا جائے تو فرق نہ معلوم ہو تو ایسے چھ مہینہ کے بھیڑہ دنبہ کی قربانی جائز ہے (درمختار)

مسئلہ ؛ قربانی کا جانور بے عیب ہونا چاہیئے، اگر کوئی جانور اندھا یا کانا ہو، یا کسی کی ایک آنکھ کی تہائی یا اس سے زیادہ روشنی جاتی رہی ہو،

یا ایک پورا کان یا تہائی سے زیادہ کٹ گیا ہو،

یا تہائی دُم یا تہائی سے کم کٹ گئی ہو،

یا کوئی جانور اتنا لنگڑا ہے کہ صرف تین ٹانگوں پر چلتا ہے یا چوتھا پاؤں زمین پر رکھتا ہے مگر اس سے چل نہیں سکتا، تو ایسے عیب دار جانور کی قربانی جائز نہیں (عالمگیری، شامی)

مسئلہ ؛ جو جانور اتنا دُبلا مریل ہو کہ اس کی ہڈیاں ہی ہڈیاں رہ گئی ہوں گوشت نظر ہی نہ آتا ہو تو اس کی بھی قربانی درست نہیں (عالمگیری)

چرمِ قربانی کے مسائل

مسئلہ: قربانی کی کھال کی قیمت کے مستحق بھی وہی لوگ ہیں جو زکوٰۃ کے مستحق ہوں، اور زکوٰۃ کی طرح اس میں بھی تملیک شرط ہے (فت ج ۱ ص ۲۷۸)

مسئلہ: چرم قربانی یا اس کی قیمت مستحق کو دینا دونوں طرح جائز ہے، لیکن قیمت اگر دے تو وہی روپے دے جو چرم فروخت کرکے وصول کئے ہیں، چرم قربانی فروخت کرکے قیمت خرچ کر ڈالنا اور اتنے ہی روپے اپنی جیب سے دینا اچھی بات نہیں، اگرچہ ادا ہو جاتی ہے (درمختار)

مسئلہ: چرم قربانی یا اس کی قیمت مسجد کی تعمیر و مرمت جائز نہیں، یہ مستحقین ہی کا حق ہے (درمختار)

مسئلہ: قربانی کی رسّی اور جو چیز اس جانور کیلئے تھا ہو سب خیرات کر دینی چاہئے (شامی)

مسئلہ: چرم قربانی بعینہٖ خود بھی اپنے استعمال میں لا سکتے ہیں اور کسی دوسرے شخص کو بطور ہدیہ کے بھی دے سکتے ہیں، خواہ وہ شخص مالدار اور ہاشمی ہو، جیسا کہ قربانی کا گوشت ہر شخص کو دے سکتے ہیں، اور خود بھی کھا سکتے ہیں، غرض قربانی کے گوشت اور کھال کا ایک ہی حکم ہے،

عقیقہ کا بیان

اسلام نے والدین پر اولاد کا یہ بھی حق رکھا ہے کہ جب کوئی بچہ پیدا ہو تو پیدائش سے سات دن بعد اس کا عقیقہ کر دیا جائے اگرچہ عقیقہ مستحب ہے یعنی فرض یا واجب نہیں پھر بھی اگر کسی کے مالی حالات اجازت دیتے ہوں تو اس کو چاہئے ساتویں دن بچہ کا عقیقہ کر دے، اور ساتویں دن نام بھی رکھ دے،

حضور خاتم الانبیاء جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عقیقہ کی اہمیت بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:۔

"لڑکا عقیقہ کے ساتھ گروی ہے، اس لئے ساتویں دن اس کی طرف سے عقیقہ میں جانور ذبح کرو اور بچہ کا نام بھی رکھ دو، اور اس کے بال بھی منڈا دو"

(مشکوٰۃ، باب العقیقہ)

گروی ہونے کا مطلب امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ جو بچہ پیدا ہوا اور وہ بغیر عقیقہ مر جائے تو اپنے والدین کی سفارش نہ کرے گا،

اور بہ معنی بھی بیان کئے گئے ہیں کہ بچہ اگر بغیر عقیقہ کے مر گیا تو اس حدیث کے ضمن میں نہ آئے گا جس میں فرمایا گیا ہے کہ لڑکا مرنے

کے بعد اپنے والدین کی شفاعت کا باعث ہوگا (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ)

عقیقہ کی مزید اہمیت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسنؓ و حضرت حسینؓ کا خود عقیقہ فرمایا، حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسنؓ کا عقیقہ ایک بکری سے کیا (ترمذی)

عقیقہ کے ضروری مسائل

عقیقہ کے مسائل بھی تقریباً وہی ہیں جو قربانی کے، جیسا کہ ان مسائل کے ضمن میں آپ پڑھیں گے،

مسئلہ: عقیقہ کا جانور ویسا ہی ہو جیسا قربانی کا، اتنی ہی عمر ہو، جتنی قربانی کے جانور کی،

یعنی بکرا، بکری ایک سال کے، گائے، بیل، بھینس دو سال کے، اونٹ پانچ سال کا ہونا چاہئے (درمختار)

مسئلہ: جس جانور کی قربانی جائز نہیں وہ عقیقہ میں بھی جائز نہیں، گوشت کا بھی وہی حکم ہے جو قربانی کے گوشت کا، (ردالمحتار)

یعنی افضل اور بہتر یہ ہے کہ گوشت کے تین حصے کر لئے جائیں، ایک حصہ غرباء اور مساکین میں تقسیم کر دیا جائے، باقی دو حصوں

میں سے ایک حصہ یا ضرورت کے مطابق خود رکھ لے اور ایک حصہ دوست احباب، عزیز و اقارب میں تقسیم کر دے (درمختار)
اور اگر گھر کے افراد بہت زیادہ ہیں تو سارا بھی رکھ سکتا ہے مگر یہ بات اچھی نہیں،

مسئلہ: جس طرح قربانی کا گوشت قربانی کرنے والوں کو خود کھانے کی اجازت ہے اسی طرح عقیقہ کا گوشت بچہ کے ماں باپ، دادا دادی، نانا نانی، چچا چچی اور تمام رشتہ دار کھا سکتے ہیں، کسی کے لئے بھی ناجائز اور منع نہیں (مالابدمنہ، بہشتی زیور)

مسئلہ: جس طرح قربانی کا گوشت فروخت کرنا منع ہے اسی طرح عقیقہ کا گوشت فروخت کرنا بھی منع ہے (درمختار)

مسئلہ: اگر قربانی کے بڑے جانور مثلاً گائے، بیل، بھینس اونٹ وغیرہ میں کوئی عقیقہ کا حصہ شامل کرنا چاہے تو جائز ہے، اس سے نہ قربانی کرنے والے کی قربانی میں فرق آئے گا، اور نہ عقیقہ کرنے والے کے عقیقہ میں، (عالمگیری)
بڑے جانوروں میں سات حصے ہوتے ہیں، اور ایک حصہ ایک بکرے کے قائم مقام ہوتا ہے، اگر کوئی چاہے کہ کئی بچوں کے عقیقے ایک ساتھ کر دوں تو پوری گائے بھی کر سکتا ہے،

مسئلہ: عقیقہ میں یہ شرط نہیں کہ لڑکی کی طرف سے بکری اور لڑکے

کی طرف سے بکرا ہی ہو، حدیث میں ہی، عقیقہ میں اس سے کوئی نقصان نہیں آتا کہ جانور نر ہے یا مادہ، (مشکوٰۃ باب العقیقہ) یعنی جو جانور آسانی سے میسّر آجائے وہی ذبح کردے، ثواب میں کوئی فرق نہیں پڑتا،

عقیقہ کے ان مسائل اور بیان کردہ احادیث سے اس کی اہمیت وفضیلت کا ناظرین کو بخوبی اندازہ ہوگیا ہوگا، اسی اہمیت کی وجہ سے علماء نے کہا ہے کہ اگر کسی کے مالی حالات لڑکے کے عقیقہ میں دو جانور ذبح کرنے کی اجازت نہ دیتے ہوں تو مجبوراً ایک ہی کردے، جیسا کہ حضرت علیؓ کی حدیث بحوالہ ترمذی ابھی گذر چکی ہے،

عقیقہ کے ضروری مسائل کے بعد چرمِ عقیقہ کے ضروری مسائل بیان کئے جاتے ہیں،

چرمِ عقیقہ کے ضروری مسائل

مسئلہ: چرمِ عقیقہ بھی چرم قربانی کی طرح ہے، اور اس کی قیمت کا بھی وہی حکم ہے جو چرمِ قربانی کا، (درمختار)

مسئلہ: اپنے گھر کے دھوبی یا حجام کو اس نیت سے خدمت کے عوض میں چرمِ عقیقہ دینا کہ یہ ہمارے پرانے اور خاندانی خدمت گار ہیں جائز نہیں، البتہ اگر یہ غریب اور مستحق ہوں تو اس وجہ سے انکو بلا معاوضہ دینا جائز ہے،

مسئلہ: چرم عقیقہ میں بھی چرم قربانی کی طرح تملیک شرط ہے (درمختار)

مسئلہ: مدارس اسلامیہ میں جس طرح زکوٰۃ اور چرم قربانی دینے کا اجر و ثواب زیادہ ہے اسی طرح چرم عقیقہ کا بھی ثواب ہے،

مسئلہ: چرم قربانی اور عقیقہ اور اسی طرح صدقۂ فطر کا جمع کیا ہوا روپیہ حسب موقع اور ضرورت تھوڑا تھوڑا خرچ کرنا جائز ہے، اس خرچ کرنے میں مدت کی قید اور پابندی نہیں، پورے سال میں بھی کر سکتا ہے (درمختار)

مسئلہ: چرم عقیقہ یا اس کی قیمت چرم قربانی کی طرح سید کو دینا جائز نہیں (شامی)

مسئلہ: چرم عقیقہ کی قیمت اپنے مصرف میں نہیں لا سکتا، بلکہ چرم قربانی کی طرح اس کا بھی مستحقین پر صرف کرنا واجب ہے،

(فت ج ۶ ص ۲۸۸)

حرفِ آخر اور شکرِ نعمت

الحمدللہ یہ کتاب بخیر وخوبی اختتام کو پہونچی، جو مسائل اس میں جمع کئے گئے ہیں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ان کے علاوہ زکوٰۃ کے اور مسائل باقی نہیں رہے،

البتہ یہ کوشش ضرور کی گئی ہے کہ جو مسائل وقت اور ضرورت کے ہوں وہ آجائیں، اس سلسلہ میں جہاں تک میرے ناقص ذہن وفکر نے ساتھ دیا میں نے ایسے مسائل کو اس میں شامل کرنے کی کوشش کی ہے،

بلکہ بہت سے مسائل تو تتمہ میں ایسے آگئے ہیں جو کتاب کے موضوع (زکوٰۃ) سے خارج تھے، لیکن ضرورت کے اور مفید تھے، اس لئے ضمناً ان کو بیان کرنا مفید سمجھا گیا، اور اُن کو شامل کردیا،

پھر بھی بہت سے مسائل کو کتاب کی طوالت کے اندیشہ سے ترک کردیا گیا،

ناظرین کو اگر میری یہ ناچیز خدمتِ دین پسند آئی، اور کتاب کو مفید سمجھا گیا تو انشاء اللہ دوسرے ایڈیشن میں ایسے مسائل ضمیمہ میں شامل کردیئے جائیں گے،

جب میں یہ کتاب مکمل کرچکا تو خیال ہوا کہ اس کو اپنی جماعت کے کسی بزرگ کو دکھلالوں، تاکہ مضامین و مسائل کی صحت کا اطمینان ہوجائے اس خیال کے بعد دو بزرگ ذہن میں آئے،

(۱) مولانا سید حامد میاں صاحب مدظلہ شیخ الحدیث جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور، خلیفہ شیخ الاسلام حضرت مولینا سید حسین احمد صاحب مدنی نور اللہ مرقدہٗ،

(۲) مولانا مفتی محمد اکمل صاحب مدظلہ مرتب فتاویٰ دارالعلوم دیوبند (انڈیا) حال مفتی مدرسہ اشرفیہ جامع مسجد حبیب لاتن کراچی (پاکستان) مگر وقت اور اُلجھن کی بات یہ تھی کہ مفتی صاحب ایک حادثہ (ایکسیڈنٹ) کی وجہ سے صاحبِ فراش تھے،

اُدھر مولانا حامد میاں صاحب مدرسہ کی تعلیمی مصروفیات و دیگر امور نیز طویل علالت کی وجہ سے بڑے کمزور ہورہے تھے، اس لئے خیال ہوتا تھا کہ مدرسہ کی ذمہ داریاں ہی کیا کم ہیں کہ میں مولانا کے لئے مزید بوجھ کا سبب بنوں،

اس کے باوجود میں نے جرأت کرکے کتاب کے مضامین و مسائل پر اصلاحی نظر ڈالنے کی درخواست کی تو بڑی خندہ پیشانی کے ساتھ منظور فرمالیا، اور نہ صرف یہ کہ منظور فرمایا بلکہ ٹیلی فون پر حکم دیا کہ مسودہ فوراً بھیج دوں،

چنانچہ حسب الحکم مسوّدہ لاہور بھیج دیا، اور مولانا نے خلافِ توقع صرف ایک ہفتہ میں اپنی گرامی قدر رائے کے ساتھ واپس کر دیا،

اس کے بعد مفتی صاحب سے زبانی گفتگو ہوئی تو فرمایا کہ مسوّدہ لاؤ، میں لیٹے لیٹے جیسے بھی ہوگا دیکھ لوں گا،

لاہور سے مسوّدہ واپس آنے کے بعد مفتی صاحب کی خدمت میں پیش کر دیا،

موصوف نے علالت اور صاحبِ فراش ہونے کے باوجود اصلاحی نظر فرما کر بہت جلد واپس فرما دیا، اور اپنی گرامی قدر رائے بھی لکھ کر مرحمت فرمائی،

میں اپنے ان دونوں بزرگوں کا بے حد ممنون ہوں کہ مجھ سیہ کار کے ساتھ ایسی حالت میں اتنی شفقت کا معاملہ فرمایا اور ساتھ ہی حوصلہ افزائی بھی فرمائی،

حق تعالیٰ سے میری دعا ہے کہ ان ہر دو بزرگوں کو جزائے خیر عطا فرمادے اور صحت وعافیت کے ساتھ تادیر سلامت رکھے،

ساتھ ہی میری یہ بھی دعا ہے کہ جن بزرگوں کی کتابوں سے میں نے فائدہ اٹھایا ہے ان میں سے جو حیات ہیں ان کو صحت وعافیت سے رکھے، اور جو فوت ہو چکے ہیں ان کی مغفرت فرما کر درجاتِ عالیہ سے نوازے، آمین،

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝
وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝
وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ
سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ
وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ اَجْمَعِيْنَ ۝
بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ۝

تَمَّتْ بِالْخَيْرِ

ارکانِ اسلام کے فضائل و مسائل پر مشتمل اور رہنما کتابیں

معلّم الدین (عکسی)

اس کتاب کا پیش لفظ حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ مہتمم دارالعلوم دیوبند نے تحریر فرمایا ہے، جسمیں عقائد، نماز، روزہ زکوٰۃ، حج، ارکانِ اسلام کے فضائل و مسائل اور مختلف اوقات میں پڑھنے کی دعائیں اور ایسے مسائل بیان کئے گئے ہیں جن کی ہر مسلمان کو ضرورت پڑتی ہے، جس کے متعلق مشہور ہفت روزہ "خدام الدین" لکھتا ہے:

"جس گھر میں یہ کتاب ہوگی اس گھر کے احباب کو دینی مسائل میں معلّم کی ضرورت باقی نہ رہے گی، کیونکہ یہ کتاب خود "معلم الدین" ہے"

تحفۃ الصیام
مع
فضائل الشہور والایام

ماہ رمضان المبارک اور اس کے متعلق فضائل و مسائل اور اعمال پر حاوی، نیز سال کے ہر ماہ اور ہفتہ کے ہر دن کے فضائل پر مشتمل اور رہنمائی کرنے والی کتاب، جس کے متعلق حکیم الاسلام مدظلہ تحریر فرماتے ہیں:۔ "رسالہ تحفۃ الصیام ایک علمی تحفہ ہے جو اہلِ علم اور اور اہلِ عمل دونوں کے لئے یکساں نافع اور مفید ہے

ملنے کا پتہ

مکتبہ رشیدیہ، قاری منزل، مرار اسٹریٹ پاکستان چوک، کراچی

کتاب الزکوٰۃ (عکسی) صدقات وزکوٰۃ کے فضائل ومسائل پر نئی کتاب، مشتمل بر دو حصص (دونوں حصے ایک ہی جلد میں)

حصہ اوّل میں قرآن وحدیث، صحابۂ کرام رضؓ اور بزرگانِ دین کے واقعات سے زکوٰۃ وصدقات کے فضائل اور حصہ دوم میں زکوٰۃ کے ضروری اور زمانہ حال کے نئے نئے مسائل واضح طور پر بیان کئے گئے ہیں، صفحات ۲۰۰،

معین الحجاج عکسی حج کے فضائل ومسائل پر تین حصوں میں مشتمل جامع کتاب،

حصہ اوّل میں طواف وسعی کا طریقہ اور دعائیں؛

حصہ دوم میں حج وعمرہ کے متعلق ضروری مسائل، مکہ معظمہ، بیت اللہ شریف کے مقدس مقامات کی تاریخ وفضائل، منیٰ، عرفات، مزدلفہ وغیرہ کے فضائل، اور اُن مقامات میں پڑھنے کی مسنون دعائیں اور وظائف،

حصہ سوم میں مدینہ منوّرہ، مسجد نبوی ص، ستونہائے رحمت اور مدینہ طیبہ کے تاریخی اور مقدس مقامات کی تاریخ وفضائل اور دعاؤں کا مفصل بیان ہے،

گویا حج کے موضوع پر اس طریقہ پر لکھی گئی یہ پہلی کتاب ہے، مطالعہ کے بعد ناظرین خود اس کا اندازہ کر سکیں گے، عیاں راچہ بیاں،

صفحات ہر سہ حصص ۵۰۴

ملنے کا پتہ

مکتبہ رشیدیہ قاری منزل مرار اسٹریٹ پاکستان چوک کراچی

تحفۃ الصیام
مع
فضائل الشہور والایام

مرتبہ:- قاری شریف احمد صاحب

جن لوگوں کو اسلام سے محبت اور تعلق ہے ان کی خواہش ہوتی ہے کہ ہم وہ کام کریں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے یا پسند فرمایا کرتے تھے۔ یہ کتاب اسی نظریہ کے ماتحت مرتب کی گئی ہے۔ کتاب کے مفید ہونے کا اندازہ مندرجہ ذیل مختصر فہرست سے کیا جاسکتا ہے:۔

ارکان اسلام اور انمیں تعلق، روزہ کی تعریف، کب اور کہاں اور کیوں فرض ہوا، روزہ کا مقصد کیا ہے، روزہ کے روحانی جسمانی فائدے، روزہ دوسرے مذاہب میں، رمضان میں چار باتوں کی کثرت، کلمہ طیبہ، استغفار، جنت و دوزخ کا بیان، روزہ میں مسواک کا حکم، روزہ جسم کی زکوٰۃ اور امت محمدیہ کا امتیازی نشان ہے، روزہ نہ رکھنے پر وعید، جبرئیل علیہ السلام کی بددعا پر حضورؐ کی آمین، درود شریف کا بیان اور اس کی برکات، والدین کے حقوق، ان کے انتقال کے بعد اولاد پر کیا حق ہے، والدین کو ایصال ثواب کا طریقہ، سحر و افطار، اعتکاف، شب قدر، تراویح، صدقۂ فطر وغیرہ کے مسائل، نفلی روزوں کے فضائل، سال کے بارہ مہینوں اور ہفتہ کے تمام دنوں کے فضائل ان کے علاوہ اور بہت سے مسائل تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔ صفحات ۲۳۰۔ کتابت، طباعت پاکیزہ اور دیدہ زیب سرورق پر روضۂ نبوی کا خوشنما فوٹو، مجلد ڈسٹ کور، کاغذ عمدہ، قیمت

نوٹ:- محصول ڈاک بذمہ خریدار ؛

ملنے کا پتہ:- مکتبہ شریفیہ پاکستان چوک کراچی